Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ
التبلیغ
راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے

سالانہ.................. 300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... احکامِ الٰہی وحدودِ الٰہی پر زبان درازی.............. مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۲۲، آیت نمبر ۲۸، ۲۹)... انعاماتِ الٰہی اور زمین وآسمان کی پیدائش........ // // ۸

درسِ حدیث .... مسلمانوں میں باہمی صلح کرادینے کی فضیلت.......... مولانا محمد ناصر ۱۳

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ رجب: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں.............. مولوی طارق محمود ۱۹

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط۴)............. ترتیب: مفتی محمد رضوان ۲۸

بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (قسط۲)........................ مفتی محمد رضوان ۳۳

تقلید کا ثبوت.. عبدالواحد قیصرانی ۳۵

صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (تیسری وآخری قسط).............. انیس احمد حنیف ۳۹

آدابِ تجارت (قسط۱۵).. مفتی منظور احمد صاحب ۴۲

موٹرسائیکل اور گاڑی وغیرہ چلانے کے آداب (دوسری وآخری قسط)............ مفتی محمد رضوان ۴۵

والدین کا حق پیر سے زیادہ ہے.. ترتیب: مفتی محمد رضوان ۴۸

مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط۳)................ ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان ۵۱

طلبہ پر بے جا سختی اور تشدُّد کے ناقابلِ تلافی نقصانات............................ // // ۵۵

علم کے مینار.......... ہرچہ گیرد علّتی ..... (قسط۸)............. مولانا محمد امجد حسین ۶۱

تذکرۂ اولیاء:.. تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۴)....... مولانا محمد امجد حسین ۶۷

پیارے بچو! .... صحت کے لئے نقصان دہ چیزیں............ مفتی ابوریحان ۶۹

بزمِ خواتین ...... حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط۴)... مفتی محمد رضوان ۷۲

آپ کے دینی مسائل کا حل..... کیا حلال مذبوحہ جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے؟....... ادارہ ۷۸

کیاآپ جانتے ہیں؟... چند اصولی وفقہی باتیں (افادات: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب).. مفتی محمد یونس ۸۵

عبرت کدہ .... حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (پندرہویں وآخریں قسط)...... مولانا محمد امجد حسین ۸۸

طب وصحت............ لیموں (LEMON).............. حکیم محمد فیضان ۹۱

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.................... مولانا محمد امجد حسین ۹۵

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.................. ابرار حسین ستی ۹۶

Exchanging of Gold & Silver with currency in installments.. // // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** مفتی محمد رضوان

احکامِ الٰہی وحدودِ الٰہی پر زبان درازی

ایک حدیثِ پاک میں حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

اعمال میں آگے بڑھو، کیونکہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے کہ آدمی صبح کے وقت مؤمن ہوگا اور شام کے وقت کافر ہوجائے گا اور کوئی شام کے وقت مؤمن ہوگا تو صبح کے وقت کافر ہوجائے گا اور وہ اپنے دین کو دنیا کے حقیر وذلیل سامان کے بدلہ میں بیچ ڈالے گا (مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۱۸، مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۰)

صبح کو مؤمن اور شام کو کافر ہونے اور شام کو مؤمن اور صبح کو کافر ہونے اور ذلیل دنیا کی خاطر دین کو بیچنے کی صورتوں اور شکلوں کا ظہور ہونا شروع ہوگیا ہے، اور حضورِ اکرم ﷺ کی چودہ سو سال پہلے فرمائی گئی اس پیشین گوئی کا عملی طور پر آغاز ہوگیا ہے، جس کی مختلف شکلیں اور صورتیں موجودہ معاشرہ میں پائی جارہی ہیں، چنانچہ روشن خیالی، اعتدال پسندی وغیرہ جیسے عنوانات کے ساتھ ایک مخصوص طبقہ دین کو موم کی ناک سمجھ کر دین کا آپریشن کرنے میں مصروف ہے، جس نے اپنی جدوجہد کا ہدف اور ٹارگٹ براہِ راست دینِ اسلام کو بنا رکھا ہے، دینی احکام کا کُھلا انکار اور دین میں دور دراز کی تاویلات بلکہ تمسخر کا انداز آئے دن سُننے کو ملتا ہے جو کہ ایسی منحوس چیز ہے کہ آناً فاناً انسان کو ایمان کی نعمت سے محروم کردیتی ہے۔

گذشتہ دنوں اخبار میں ایک دنیوی بڑے عہدے والے شخص کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ

”اُس نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے عورت کی عدت کے حوالہ سے اسلام کے احکامات کو فضول اور بلا جواز قرار دیا اور کہا کہ اسلام کا مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دینا اور عورت کو محروم رکھنا سراسر ظلم ہے، آج سائنسی دور میں ڈی۔این۔اے (DNA) ٹیسٹ موجود ہے، تو عدت ایک ظالمانہ قانون ہے“ (روزنامہ نوائے وقت، 4 جولائی 2006 درذیل: سرراہے، رنگین اندرونی صفحہ)

ملاحظہ فرمایئے کہ! اسلام کے ایک اہم حکم ”عورت کی عدت“ کو فضول، بلا جواز اور ظالمانہ قرار دینے اور مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت اور عورت کو محروم رکھنے کو ظلم کہنے والے کا ایمان کس طرح محفوظ رہ

سکتا ہے ،اللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کی طرف ظلم کی نسبت کرنا دراصل (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو ظالم قرار دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی نسبت کرنے والے شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

اسی طرح ہمارے یہاں آج کل اسلامی حدود پر چرچے ہو رہے ہیں، بڑے بڑے اسکالر کہلائے جانے والے ''جنہیں اسلام کے فرضِ عین احکامات کا بھی علم نہیں'' اسلامی حدود پر زبان درازی کر رہے ہیں اور نہ جانے کیا کیا اول فول جو منہ میں آ رہا ہے کہے جا رہے ہیں اور کئی وجوہات کی بناء پر زیادہ تر یہ لوگ حدودِ الٰہی پر اپنی بحث کا آغاز خواتین اور صنفِ نازک کو عنوان بنا کر کرتے ہیں۔ اگر اس معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ کافروں کی منشاء پر ہو رہا ہے جس پر مستشرقین کے پیش کیے ہوئے اُلٹے سیدھے مادّی دلائل کا خول بھی چڑھا ہوا ہے۔ باطلین اور اسلام دشمن طاقتوں کی بھرپور کوشش یہ ہے کہ ہر ہر شعبہ اور میدان میں عورت کو نہ صرف یہ کہ مرد کے برابر درجہ دلوایا جائے بلکہ مرد حضرات کو ناقص العقل خواتین کا غلام اور ماتحت بنا کر حماقت و بے حیائی کا ناپاک کھیل کھیلا جائے۔ اسی لیے ان دشمنانِ دین و اسلام کی طرف سے کبھی آزادیٔ نسواں کے عنوان سے، کبھی حقوقِ نسواں کے عنوان سے اور کبھی مرد و زن کے درمیان مساوات کے عنوان سے نعرے لگا کر مہم چلائی جاتی ہے۔ اس مہم کے تحت کبھی عورت و مرد کی شہادت و گواہی کے اسلامی فرق کو غیر منصفانہ قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے، تو کبھی عورت و مرد کی دیت میں اسلامی فرق کو غلط قرار دینے کی جسارت کی جاتی ہے اور کبھی نکاح و طلاق کے اختیارات پر بحث کر کے عورت کو مرد کے برابر لا کھڑا کرنے کا ناپاک کھیل کھیلا جاتا ہے۔ اسلام دشمن قوتوں کی منظّم اور پیہم سازشوں کا نتیجہ ہے کہ اب اسلامی دنیا میں بھی عورت مرد کے شانہ بشانہ کاروبارِ زندگی میں کھلے عام حصہ لے رہی ہے، اور ہر ہر میدان میں خواتین کو لا کر کھڑا کرنے کی مہم جاری ہے۔

شرعی سزاؤں کی تین قسمیں: کیونکہ آج کل ہمارے ذرائع ابلاغ میں اسلامی حدود پر بحث و مباحثہ کا بازار گرم ہے، اس لئے پہلے اسلامی حدود اور سزاؤں کا اجمالی جائزہ لے لینا اور ان کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

دنیا کے عام قانونوں میں جرائم کی تمام سزاؤں کو تعزیرات کا نام دیا جاتا ہے، لیکن شریعتِ مطہرہ میں ہر قسم کے جرائم کو ایک نام یا ایک درجہ نہیں دیا گیا، بلکہ شریعت نے سزاؤں کی تین قسمیں رکھی ہیں: (۱) تعزیرات (۲) قصاص (۳) حدود۔ جن جرائم کی کوئی سزا شریعت نے متعین نہیں کی بلکہ وقت کے حکمرانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے، کہ وہ مناسبِ حال ان میں کمی و زیادتی کرنے کے مجاز ہیں، ان سزاؤں کو شرعی نقطۂ

نظر سے ''تعزیرات'' کہا جاتا ہے۔اور جن جرائم کی سزائیں شریعت نے متعین کردی ہیں وہ دو قسم پر ہیں ۔ ایک قسم وہ ہے جس میں ''اللہ کا حق'' غالب اور زیادہ نمایاں ہے،ان جرائم کی سزا کو ''حد'' کہا جاتا ہے،جس کی جمع ''حدود'' ہے،دوسری قسم وہ ہے جس میں ''بندہ کا حق'' غالب اور زیادہ نمایاں ہے،اس جرم کی سزا کو ''قصاص'' کہا جاتا ہے۔تعزیری سزائیں حالات کے ماتحت ہلکی سے ہلکی بھی کی جاسکتی ہیں اور سخت سے سخت بھی،اور معاف بھی کی جاسکتی ہیں،ان میں حکامِ وقت کے اختیارات وسیع ہیں،اور قصاص میں کیونکہ بندہ کا حق غالب اور نمایاں ہے اس لئے قصاص کو معاف کرنے کا اختیار ولی کے مقتول کو حاصل ہے،وہ چاہے تو قصاص لے سکتا ہے اور چاہے تو معاف بھی کرسکتا ہے۔لیکن ''حدود'' میں کسی حکومت یا کسی حاکم وامیر کو ذرہ برابر تغیر وتبدل یا کمی وبیشی کا اختیار روا جازت نہیں ہے،اور زمان ومقام کے بدلنے سے ان کا حکم مختلف نہیں ہوتا،نہ کسی حکومت وسلطنت اور حاکم وامیر کو انہیں معاف کرنے کا حق ہے۔اسلامی شریعت میں حدود صرف پانچ جرائم سے متعلق ہیں۔(۱) ڈاکہ (۲) چوری (۳) زنا (۴) زنا کی تہمت (۵) شراب نوشی ان مذکورہ پانچ جرائم کی سزاؤں کو ''حدود'' کہا جاتا ہے،شریعت نے ان جرائم کی سزاؤں کو مقرر ومتعین کردیا ہے،یہ سزائیں جس طرح کوئی حاکم وامیر اور جج،کم یا معاف نہیں کرسکتا،اسی طرح توبہ کرلینے سے بھی ان سزاؤں سے بری نہیں ہوسکتا،خواہ توبہ گرفتاری سے پہلے کرے یا بعد میں،البتہ توبہ کرنے سے آخرت کا گناہ معاف ہوجاتا ہے۔لیکن اگر ڈاکو گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے اور معاملات سے اس کی توبہ پر اطمینان ہوجائے تو اس سے یہ حد ختم ہوجاتی ہے،گرفتاری کے بعد توبہ کرنے سے یہ بھی ختم نہیں ہوتی ۔ حدود میں کسی کا نہ تو سفارش کرنا جائز ہے اور نہ سفارش کا سننا جائز ہے،رسول اللہ ﷺ نے اس کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔حدود کا معاملہ اتنا سخت ہے کہ اگر متعلقہ شخص اور صاحبِ حق خود بھی مجرم کو معاف کردے تب بھی معاف نہیں ہوتی،چنانچہ چوری ثابت ہونے کے بعد اگر مال کا مالک معاف کردے تو چوری کی سزا ختم نہیں ہوگی،اگر زانی مرد کو زانی عورت یا زانی عورت کو زانی مرد معاف کردے تب بھی زناء کی سزا ختم نہیں ہوگی اور جس پر زنا کی تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ شخص معاف کردے تب بھی یہ سزا ختم نہیں ہوگی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''تفسیر معارف القرآن عثمانی جلد۳ صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۹)

کیا رحم دلی کی بنیاد پر کسی کو حدود میں رعایت کا حق حاصل ہے؟ آج بعض لوگ ''جن میں بعض حکمران بھی شامل ہیں'' رحم دلی کو بنیاد بنا کر اسلامی حدود کے نفاذ میں رعایت کا راستہ نکالنے کی کوشش کررہے

ہیں، خاص طور پر خواتین کو صنفِ نازک خیال کرتے ہوئے اُن کے لئے اسلامی حدود کے نفاذ میں رعایت کی زیادہ کوشش کررہے ہیں اور رحم دلی خاص طور پر صنفِ نازک کے معاملے میں ایسا خوشنما اور مزین عنوان ہے جس سے بعض دیندار لوگ بھی متأثر ہو کر اس کی حمایت کرنے میں لگ جاتے ہیں، جو کہ سراسر غلط ہے (جیسا کہ پیچھے معلوم ہو چکا) اللہ تعالیٰ نے زنا کی حد جاری کرنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ. وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ نور آیت نمبر ۲)

''یعنی زانی اور زانیہ کو سزا دیتے وقت اُن دونوں مرد وعورت پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے (کہ رحم کھا کر چھوڑ دو یا سزا میں کمی کردو) اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان دونوں مرد وعورت کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو وہاں موجود رہنا چاہیے (تاکہ اُن کی رُسوائی ہو اور دیکھنے سُننے والوں کو عبرت ہو)'' (بیان القرآن بتغیر)

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جس کا اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہو اس کو دین کے فریضے کی ادائیگی میں مجرموں پر ترس کھانا جائز نہیں، خواہ مجرم مرد ہو یا عورت اور مجرموں پر رحم وترس کھانے اور درگزر کرنے کا نتیجہ ساری مخلوق کے ساتھ بے رحمی و بے دردی ہے۔ اب ہر عقلمند یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ ایک شخص پر ترس کھا کر ساری مخلوق کے ساتھ بے رحمی اور زیادتی کا معاملہ کرنا کون سے قانون کی رُو سے درست ہے؟

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورۃ مائدۃ آیت نمبر ۳۸)

''یعنی اور جو مرد چوری کرے اور (اسی طرح) جو عورت چوری کرے تو ان دونوں کے (داہنے) ہاتھ (گٹے سے) کاٹ ڈالو، ان کے اس چوری کے کردار کے بدلے میں (اور یہ حکم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور سزا کے ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے ہیں (جو سزا چاہیں مقرر فرمادیں اور) بڑی حکمت والے ہیں (کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں)'' (بیان القرآن بتغیر)

معلوم ہوا کہ چوری کی سزا مرد اور عورت کے لئے برابر ہے اور یہ سزا اُن کی بدکرداری کا بدلہ ہے۔
لہٰذا رحم دلی اور ترس کو بنیاد بنا کر اللہ تعالیٰ کی حدود سے کسی کو بَری کرنا قرآن مجید کی واضح مخالفت ہے جو ایک مسلمان کی شان کے ہرگز لائق نہیں۔

کیا اسلامی سزائیں سخت ہیں؟ بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ شرعی سزائیں بہت سخت اور ایک مہذب ملک اور معاشرے کے لئے نامناسب ہیں۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ اسلامی تعلیمات ہی

ملک اور معاشرے کو مہذب بناتی ہیں، اور اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی سے بدامنی، بدتہذیبی اور بدتمیزی پھیلتی ہے۔ اسلامی سزاؤں کو سخت سمجھنا بھی بہت بڑی حماقت ہے، کیونکہ اسلامی سزائیں انسان کو صحیح انسان بنانے اور انسانیت کو امن وامان بخشنے کا ذریعہ ہیں اور اگر ان سزاؤں کا ان کے جرائم سے ہی مقابلہ کیا جائے تو تب بھی جرائم کی بدی اور برائی ان کی سزاؤں سے کہیں زیادہ سخت ہے اور اگر پھر بھی اسلامی سزائیں سخت معلوم ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کسی مہلک اور خطرناک بیماری سے بچنے کے لئے سخت آپریشن کے علاوہ کوئی اور علاج کارآمد نہ ہو تو ایسی صورت میں اس سخت آپریشن کا تجویز اور اختیار کرنا ہی عقلمندی کہلاتا ہے، اگر انسان کے کسی عضو وحصہ میں بیماری کے ایسے جراثیم گھر کرلیں کہ اُن کو اُس عضو وحصہ سے جُدا کرنا ممکن نہ رہے تو ایسی صورت میں اُس عضو کا انسانی جسم سے الگ کردینا ہی عافیت اور عقلمندی اور دوسرے سینکڑوں اعضاء کی حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو یہ جراثیم رفتہ رفتہ انسان کے جسم کے دوسرے اعضاء میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ پورے جسم کی تباہی وبربادی کا باعث بنتے ہیں۔ بالکل اسی طرح معاشرے کے بعض جرائم کا معاملہ ہے کہ اگر سخت سزا جاری نہ کی جائے تو اُن جرائم کے جراثیم معاشرے کے دوسرے افراد کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور اس طرح دوسروں کی بھی تباہی وبربادی کا باعث بنتے ہیں، اس لیے شریعت نے معاشرے کے بعض خاص خاص افراد پر مضبوط ومستحکم سزائیں جاری کر کے معاشرے کے ہزاروں اور لاکھوں افراد کو زہریلے جراثیم سے بچانے کا انتظام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اور جس معاشرے میں اسلامی سزاؤں کو کامل اور صحیح طریقے پر نافذ وجاری کیا جاتا ہے تو وہ معاشرہ پوری طرح امن وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اور یہ ظاہری سختی بھی صرف حدود کے معاملہ تک محدود ہے اور حدود صرف پانچ جرائم کے ساتھ خاص ہیں جیسا کہ تفصیلاً پیچھے آپ نے معلوم کرلیا، اور حدود کی سزاؤں خاص طور پر زنا ''جس کی سزا حدود کی دوسری قسموں سے زیادہ سخت ہے'' کے معاملہ میں بھی شریعت نے باضابطہ جرم کے ثبوت کے لئے شرائط اتنی سخت اور کڑی رکھ دی ہیں کہ اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے بلکہ ان شرائط میں ذرا سا شبہ بھی پیدا ہوجائے تو حد ختم اور ساقط ہوجاتی ہے اور پھر وہ سزا حدود سے نکل کر تعزیر میں داخل ہوجاتی ہے، شریعت کے اس پورے نظام اور قانون پر غور کیا جائے تو یہ نہایت ہی معتدل ہے، اور اس میں ایک منصف اور نیک نیت انسان کے لئے ذرا شبہ کی گنجائش نہیں، ہاں اگر کوئی عدل وانصاف کی نعمت سے محروم ہو یا اس نے اسلامی تعلیمات کے متعلق دشمنانِ اسلام اور خصوصاً مستشرقین سے بغض وعناد کا سبق پڑھ رکھا ہو تو پھر اس کا کیا علاج ہے؟

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۲۲، آیت نمبر ۲۸،۲۹) مفتی محمد رضوان

انعاماتِ الٰہی اور زمین وآسمان کی پیدائش

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ. ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا. ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ .وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: کیوں تم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہو، حالانکہ تھے تم بے جان، سوتم کو جاندار کیا، پھر تم کو موت دیں گے، پھر زندہ کریں گے، پھر انہی کے پاس لے جائے جاؤ گے ﴿﴾ وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب، پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف، تو درست کر کے بنادیئے ان کو سات آسمان اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تو سب چیزوں کو جاننے والے ہیں ﴿﴾

تفسیر وتشریح

پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود، توحید اور رسالت کے واضح دلائل اور منکرین ومخالفین کے باطل خیالات کی تردید کی گئی تھی۔

اس کے بعد مذکورہ دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کا ذکر کر کے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے کہ اتنے سارے احسانات کے موجود ہوتے ہوئے یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی ناشکری واحسان فراموشی اور کفر وانکار میں کس وجہ سے مبتلا ہیں، اگر یہ لوگ دلائل پر غور کرتے تو کم ازکم مُحسن اور احسان کنندہ کا احسان ماننا اور محسن کی تعظیم وفرمانبرداری کرنا تو ہر شریف انسان کا طبعی اور فطری تقاضا ہوتا ہے، اسی چیز کو سوچ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر آجاتے۔

مذکورہ آیتوں میں سے پہلی آیت میں ان مخصوص نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ہر انسان کی ذات اور نفس کے اندر موجود ہیں کہ پہلے وہ بے جان ذرات کی صورت میں تھا، پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے روح اور زندگی ڈالی۔

دوسری آیت میں ان عام نعمتوں کا ذکر ہے جن سے انسان اور تمام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے اور وہ انسان کی زندگی اور بقاء کے لئے ضروری ہیں، ان میں پہلے زمین اور اس کی پیداوار کا ذکر کیا گیا جس سے انسان کا قریبی تعلق ہے پھر آسمانوں کا ذکر کیا گیا جن کے ساتھ زمین کی حیات اور پیداوار وابستہ ہے۔

کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ کیوں تم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہو

ناشکری میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کو بھلا دینا، غیروں کا کلمہ پڑھنا اور رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنا سب داخل ہے (بیان القرآن ومعارف القرآن عثمانی بتغیر)

اُن پر تعجب اور حیرت ظاہر کر کے خطاب کیا گیا کہ تم سے تعجب اور حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور اس کا انکار کرتے ہو۔

انسان کی ابتدائی پیدائش اور دنیوی زندگی

وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتاً فَاَحۡیَاکُمۡ حالانکہ تھے تم بے جان، سو تم کو جاندار کیا

اموات، میت کی جمع ہے، مردہ اور بے جان چیز کو ''میت'' کہا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی اصل حقیقت پر غور کرے تو معلوم ہوگا کہ انسان کے وجود کی ابتداء وہ بے جان ذرات ہیں جو کچھ منجمد چیزوں کی شکل میں، کچھ بہنے والی چیزوں کی شکل میں اور کچھ غذاؤں کی شکل میں دنیا میں منتشر تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان منتشر اور مختلف بے جان ذرّات کو کس طرح جمع فرمایا، پھر ان میں جان ڈالی اور زندہ انسان بنا دیا، یہ انسان کی پیدائش کی ابتداء کا ذکر ہے۔

انسان کی دنیاوی موت اور آخرت کی زندگی

''ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ'' پھر تم کو موت دیں گے، پھر زندہ کریں گے

یعنی جس نے پہلی مرتبہ تمہارے بے جان ذرات کو جمع کر کے اُن میں جان پیدا کی وہی اس عالم میں تمہاری عمر کا مقررہ وقت پورا ہونے کے بعد پھر تمہیں موت دے گا اور پھر ایک عرصہ کے بعد قیامت کے دن اسی طرح تمہارے جسم کے بے جان اور منتشر ذرّات کو جمع کر کے تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

اس طرح ایک موت یعنی مردہ بے جان ہونا تو اس دنیا میں پیدائش سے پہلے تھا پھر دنیا کی عمر پوری ہونے کے وقت یعنی مرتے وقت ہوگا اور ایک زندگی تو اس دنیا میں تھی، ایک اس دنیا سے جانے کے بعد قیامت کے دن ہوگی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اُس انعام واحسان کا ذکر کیا ہے جو ہر انسان کی اپنی ذات سے متعلق ہے اور جو سارے انعامات واحسانات کا مدار ہے، یعنی زندگی، دنیا وآخرت اور زمین وآسمان کی جتنی نعمتیں انسان کو حاصل ہیں وہ سب اسی زندگی پر موقوف ہیں، زندگی نہ ہو تو کسی نعمت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، زندگی کا نعمت ہونا تو ظاہر ہے، مگر اس آیت میں موت کو بھی نعمتوں کی فہرست میں اس لئے شمار کیا گیا ہے کہ یہ دنیا کی موت دروازہ اور پُل ہے، اُس دائمی اور ہمیشہ کی زندگی تک پہنچنے کا جس کے بعد موت نہیں، اس لحاظ سے یہ دنیا کی موت بھی ایک طرح کی نعمت ہے (معارف القرآن عثمانی، جلد ۱ صفحہ ۱۷۲)

برزخی زندگی

اس آیت میں دنیا کی زندگی اور موت کے بعد صرف ایک حیات وزندگی کا ذکر ہے جو قیامت کے روز ہونے والی ہے، قبر کی زندگی جس کے ذریعہ قبر کا سوال وجواب اور قبر میں ثواب وعذاب ہونا قرآن مجید کی کئی آیات اور حدیث کی متواتر روایات سے ثابت ہے اس کا ذکر نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ یہ برزخی زندگی اُس طرح کی زندگی نہیں ہے جو انسان کو دنیا میں حاصل ہے یا آخرت میں حاصل ہوگی، بلکہ ایک درمیانی صورت خواب کی زندگی کی طرح سے ہے، اس کو دنیا کی زندگی کا تکملہ بھی کہا جا سکتا ہے اور آخرت کی زندگی کا مقدمہ بھی، اس لئے یہ کوئی مستقل زندگی نہیں، جس کا یہاں جداگانہ اور الگ سے مستقل طور پر ذکر کیا جاتا۔

”هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا“ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے، سب کا سب“

یہ اُس عام نعمت کا ذکر ہے جس میں تمام انسان بلکہ حیوانات وغیرہ بھی شریک ہیں اور ایک لفظ میں اُن تمام نعمتوں کا اجمالی ذکر آ گیا، جو دنیا میں کسی انسان کو حاصل ہوئیں یا ہو سکتی ہیں، کیونکہ انسان کی غذا، لباس، مکان، اور دوا اور راحت کے کُل سامان زمین ہی کی پیداوار ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ”پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف، تو درست کر کے بنا دیئے ان کو سات آسمان“

استواء کے لفظی معنیٰ سیدھا ہونے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ زمین کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق وپیدائش کا قصد فرمایا اور ان کو ایسا سیدھا اور درست کیا، جس میں کوئی حائل اور مانع نہ ہو سکے

، یہاں تک کہ سات آسمانوں کی تخلیق مکمل فرمادی، جس میں نہ کوئی پھٹن ہے، نہ دراڑ، اور نہ کوئی دوسرا عیب

(معارف القرآن عثمانی، جلد اصفحہ ۱۷۳ بتغیر)

دنیا کی تمام چیزیں انسان کے واسطے پیدا کی گئی ہیں

اس آیت میں زمین کی تمام چیزوں کو انسان کے لئے پیدا فرمانے کا بیان ہوا ہے۔

اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس سے انسان کو کسی نہ کسی حیثیت سے بلاواسطہ یا بالواسطہ فائدہ نہ پہونچتا ہو، خواہ یہ فائدہ دنیا میں استعمال کرنے کا ہو، یا آخرت کے لئے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کا، بہت سی چیزوں کا فائدہ تو انسان خود بھی محسوس کرتا ہے، کیونکہ بہت سی چیزیں انسان کی غذا یا دوا کے طور پر یا کسی اور طریقہ سے انسان کے استعمال میں براہِ راست آتی ہیں، اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کو ان سے فائدہ پہونچتا ہے مگر اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جو چیزیں انسان کے لئے مضر سمجھی جاتی ہیں جیسے زہریلی اشیاء زہریلے جانور وغیرہ، غور کریں تو وہ کسی نہ کسی حیثیت اور کسی نہ کسی واسطہ سے انسان کے لئے نفع بخش بھی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ جو چیزیں انسان کے لئے ایک طرح سے حرام ہیں کسی دوسری طرح اور کسی اور حیثیت سے ان کا بھی نفع انسان کو پہنچتا ہے، چنانچہ سانپ، بچھو اور سنکھیا تک سے دوائیں بنائی جاتی ہیں [۱]

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

اس آیت کے تحت بعض عارفین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو انسان کے واسطے اس لئے پیدا فرمایا کہ ساری کائنات انسان کی ہو اور انسان اللہ کے لئے ہو، اس لئے عقلمند کا کام یہ ہے کہ

---

[۱] اس آیت سے بعض علماء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ انسان کے لئے حلال ومباح ہوں، کیونکہ وہ اسی کے لئے پیدا کی گئی ہیں، سوائے اُن چیزوں کے جن کو شریعت نے حرام قرار دیدیا، اس لئے جب تک کسی چیز کا حرام ہونا قرآن وسنت سے ثابت نہ ہو، اس کو حلال سمجھا جائے گا۔ اس کے بالمقابل بعض علماء نے یہ فرمایا کہ انسان کے فائدے کے لئے کسی چیز کے پیدا ہونے سے اس کا حلال ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے اصل اشیاء میں حرام ہونا ہے، جب تک قرآن وسنت کی کسی دلیل سے جائز ہونا ثابت نہ ہو ہر چیز حرام سمجھی جائے گی۔ جبکہ بعض حضرات نے اس سلسلہ میں توقف اور سکوت رکھا ہے، یہ اس بارے میں تین نکتۂ نظر ہوئے۔

تفسیر بحرِ محیط میں ابنِ حبان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں مذکورہ اقوال میں سے کسی کے لئے حجت اور دلیل موجود نہیں، کیونکہ "خَلَقَ لَكُمْ" میں حرفِ لام سببیت بتلانے کے لئے آیا ہے، کہ تمہارے سبب سے یہ چیزیں پیدا کی گئی ہیں، اس سے نہ انسان کے لئے اُن چیزوں کے حلال ہونے پر کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے نہ حرام ہونے پر، بلکہ حلال وحرام کے احکام جداگانہ قرآن وسنت میں بیان ہوئے ہیں، انہیں کا اتباع لازم ہے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر، جلد اصفحہ ۱۷۴)

جو چیز اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے وہ تو اس کو ملے گی، اس کی فکر میں لگ کر اُس ذات سے غافل نہ ہو جس کے لئے یہ خود پیدا کیا گیا ہے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر، جلد ۱ صفحہ ۱۷۳ و ۱۷۴)

زمین کی پیدائش پہلے اور آسمان کی بعد میں

اس آیت میں زمین کی پیدائش پہلے اور آسمانوں کی پیدائش بعد میں ہونا بلفظِ ''ثُمَّ'' بیان کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کی پیدائش زمین کی پیدائش کے بعد ہوئی اور یہی صحیح ہے، اور سورۃ والنازعات پارہ نمبر ۳۰ میں جو یہ ارشاد ہے ''وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا'' ''یعنی زمین کو آسمانوں کے پیدا کرنے کے بعد بچھایا'' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زمین کی پیدائش آسمانوں کے بعد ہوئی ہو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کی درستی اور اس میں سے پیداوار نکالنے وغیرہ کے تفصیلی کام آسمانوں کی پیدائش کے بعد ہوئے، جس میں یہ حکمت بھی تھی کہ آسمان سے بارش کا برسنا زمین کی پیداوار کا سبب تھا لہٰذا زمین کی پیداوار سبب کے درجہ میں آسمان کی پیدائش کی محتاج تھی، اگرچہ اصل زمین کی تخلیق و پیدائش آسمانوں سے پہلے ہو چکی تھی۔ دنیا میں تعمیر کا طریقہ بھی یہی ہے کہ نیچے سے بنانا شروع کرتے ہیں، جب نیچے کی دیواریں وغیرہ مکمل ہو جاتی ہیں، تب اس کے اوپر چھت ڈالتے ہیں، اور چھت سے فارغ ہو کر زمین کے فرش اور دیواروں کی اصلاح و درستی کا کام کیا جاتا ہے (معارف القرآن عثمانی وادریسی، بتغیر)

آسمانوں کا وجود برحق اور ان کی تعداد سات ہے، نہ کہ نو

اس آیت سے آسمانوں کی تعداد سات ہونا ثابت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ علمِ ہیئت والوں کا آسمانوں کی تعداد نو بتلانا غلط، بے دلیل اور صرف خیالات اور غلط قیاس آرائی پر مبنی ہے، اور اسی طرح بعض جدید مغربی سائنسدانوں کا یہ خیال بھی وہم اور بے بنیاد ہے کہ آسمان کوئی خارج میں موجود چیز نہیں بلکہ منتہائے نظر ہے کہ جہاں نظر کام کرنا چھوڑ دیتی ہے وہ جگہ آسمان کے رنگ کی نظر آتی ہے اور حقیقت میں وہاں کچھ بھی موجود نہیں ہوتا (اسلام اور عقلیات ص ۴۹) آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا

وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ تو سب چیزوں کو جاننے والے ہیں''

اس لیے اللہ تعالیٰ کے لئے کائنات کی تخلیق اور پیدائش کوئی مشکل کام نہیں، آسمان اور اس کا وجود اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ پہلے تھا، جو کچھ اب ہے یا آئندہ ہوگا، خواہ وہ سائنسی انکشافات ہوں یا کچھ اور، ان سب کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے (معارف القرآن عثمانی، جلد ۱ صفحہ ۱۷۳ وانوار البیان بتغیر)

Idara Ghufran

درسِ حدیث مولانا محمد ناصر

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مسلمانوں میں باہمی صلح کرا دینے کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِاَبِیْ اَیُّوْبَ :اَلاَ اَدُلُّکَ عَلٰی تِجَارَۃٍ ؟قَالَ بَلٰی :قَالَ صِلْ بَیْنَ النَّاسِ اِذَاتَفَاسَدُوْا وَقَرِّبْ بَیْنَھُمْ اِذَاتَبَاعَدُوْا (رواہ الطبرانی والاصبھانی بحوالہ الترغیب والترھیب جلد۳صفحہ ۳۲۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا میں آپ کو ایک تجارت کا کام نہ بتلاؤں؟ انہوں نے عرض کی کہ کیوں نہیں (ضرور بتلایئے تو) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگوں کا آپس میں جھگڑا ہوجائے تو اُن کے درمیان صلح کرادیا کرو، اور جب اُن کے درمیان دُوریاں پیدا ہوجائیں تو اُن کو ایک دوسرے کے قریب کردیا کرو‘‘ (رواہ الطبرانی والاصبھانی بحوالہ الترغیب والترھیب جلد۳صفحہ۳۲۱)

اس حدیث میں حضور ﷺ نے تجارت کے نام سے اپنی امت کو ایک نیکی کے کام کی طرف بلایا، دنیا میں تو انسان اپنے مال کو تجارت میں اس لیے لگاتے ہیں تاکہ مال میں اضافہ ہو اور دنیا کی زندگی فقروفاقہ سے محفوظ ہو، لیکن اس حدیث میں جس تجارت کی تعلیم دی گئی ہے یہ ایسی تجارت ہے جس میں مال کا سرمایہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اپنی جان اور وقت کا سرمایہ لگایا جاتا ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح کرادی جائے، اُن کی رنجشیں دور کردی جائیں اور ان کے دلوں کو جوڑنے کی کوشش کی جائے، روٹھے ہوئے دوستوں کو مَنا دیا جائے، میاں بیوی اور رشتہ داروں کے درمیان صلح کرادی جائے، یہ سب کام بہت ثواب کے ہیں اور دنیا میں تو نقد اس کا فائدہ ہوگا، اس کے علاوہ آخرت میں بھی اس عمل کا بہت بڑا ثواب ہے (ماخوذ از تفسیرِ عثمانی جلد۲صفحہ۶۸۳، انوار البیان جلد۲صفحہ۴۵۸ بتغیر)

ایک حدیث میں لوگوں کے درمیان صلح کرادینے کو افضل صدقہ فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

اَفْضَلُ الصَّدَقَۃِ اِصْلاَحُ ذَاتِ الْبَیْنِ (طبرانی فی الکبیر والبیھقی فی شعب الایمان بحوالہ

الجامع الصغیر حدیث نمبر ۱۲۶۸)

یعنی ”افضل ترین صدقہ لوگوں کے درمیان صلح کرادینا ہے“

اس لیے اگر کوئی شخص مالی صدقہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا یا مالی صدقہ کے علاوہ کسی اور طرح صدقہ کرنا چاہتا ہے تو لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرے۔

ایک روایت میں لوگوں کے درمیان صلح کرادینے کا یہ فائدہ بتلایا گیا:

مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ النَّاسِ اَصْلَحَ اللّٰہُ اَمْرَہٗ وَاَعْطَاہُ بِکُلِّ کَلِمَۃٍ تَکَلَّمَ بِھَا عِتْقَ رَقَبَۃٍ ، وَرَجَعَ مَغْفُوْرًا لَّہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (رواہ الاصبھانی ،بحوالہ الترغیب والترھیب جلد۳ صفحہ ۳۲۱)

یعنی ”جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرادے تو اللہ تعالیٰ اس کا معاملہ درست فرمادیں گے اور (اس صلح کرانے میں) جو جو اس نے زبان سے الفاظ نکالے ہیں ان کے بدلے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور جب وہ صلح کرا کے واپس آئے گا تو اس کے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہو چکے ہوں گے“ (رواہ الاصبہانی ،بحوالہ الترغیب والترھیب جلد۳ صفحہ۳۲۱)

اس روایت میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ایک یہ فائدہ بیان کیا گیا کہ ایسے صلح کرانے والے شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ درست فرمادیتے ہیں۔

قرآن وسنت میں جہاں عام مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہاں خاص طور پر میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں دور کر کے ان کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرنے کو بھی بہت زیادہ اجر وثواب کا کام بتلایا گیا ہے،اس کے برعکس میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور انتشار پیدا کرنے والے کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَأَۃً عَلٰی زَوْجِھَا (ابو داؤد،باب فیمن خبب امرأۃ علیٰ زوجھا)

”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے“ (ابوداؤد)

اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ شیطان اپنا سب سے بڑا کارنامہ اس کو سمجھتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کرادے (مسلم،باب تحریش الشیطان،وبعث سرایاہ لفتنۃ الناس، وان مع کل انسان قرینا)

ایک حدیث میں لوگوں کے درمیان صلح کرادینے کو نماز، روزہ اور صدقہ سے بھی افضل عمل بتلایا گیا ہے اس

لیے کہ آپس کے لڑائی جھگڑے دین اور دنیا دونوں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلاَ اُخبِرُکُمْ بِاَفْضَلِ مِنْ دَرَجَۃِ الصِّیَامِ،وَالصَّلاۃِ وَالصَّدَقَۃِ؟قَالُوْابَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ،قَالَ اِصلاَحُ ذَاتِ الْبَیْنِ وَفَسَادُذَاتِ الْبَیْنِ الْحَالِقَۃُ (ابو داؤد کتاب الادب ،باب فی اصلاح ذات البین)

ترجمہ:''کیا میں تمہیں نماز، روزہ اورصدقہ سے بھی افضل عمل نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں اے اللہ کے رسول(ﷺ،ضرور بتلایئے) آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ آپس کے لڑائی جھگڑوں میں صلح کرادینا (یہ نفل نماز نفل روزہ اور نفلی صدقہ سے افضل ہے) اور آپس کا لڑائی جھگڑا تو مونڈنے والا ہے'' (ابو داؤد)

اور اس ''مونڈنے والے'' کا مطلب حضور ﷺ نے خود ہی ایک دوسری حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ ''میں یہ نہیں کہتا کہ آپس کے لڑائی جھگڑے سر کو مونڈنے والے ہیں بلکہ یہ دین کو مونڈنے والے ہیں''

(ترمذی،ابواب صفۃ القیامۃ،باب)

مطلب یہ ہے کہ اگر ایک طرف ساری رات نفلی نمازیں پڑھی جائیں، سارا دن نفلی روزہ رکھا جائے اور بہت سا مال نفلی صدقہ کیا جائے تو ان میں سے ہر کام بڑی فضیلت اور ثواب کا ہے لیکن دوسری طرف دو مسلمان بھائیوں کے درمیان جھگڑا ہے اور اس جھگڑے کی وجہ سے دونوں کے درمیان ناچاقی پیدا ہوگئی ہے تو اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے اگر تھوڑا سا وقت خرچ کردیا جائے اور ان کے درمیان محبت پیدا کرادی جائے تو یہ عمل دوسرے نفلی اعمال سے زیادہ فضیلت والا ہوگا (اصلاحی خطبات جلد ۱۱صفحہ ۱۸۰بتغیر)

اسی طرح اگر ان نفلی عبادات کے ساتھ دوسرے مسلمانوں سے (خواہ وہ اپنے ہوں یا پرائے، رشتہ دار ہوں یا غیر یا پڑوسی) ناحق لڑائی جھگڑے بھی چل رہے ہوں تو ان نفلی عبادات کی وجہ سے ایسا جھگڑا کرنے والا شخص مطمئن اور بے فکر نہ ہوجائے کہ میری یہ نفلی عبادات میرے لیے کافی ہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں سے ناحق اور بلا شرعی وجہ کے لڑنا جھگڑنا بھی دین کو نقصان پہنچاتا ہے، اور ایسے شخص کا ایمان ناقص ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے حدیث میں ان آپس کے لڑائی جھگڑوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ دین کو مونڈ دیتے ہیں۔

اس لیے جو شخص ناحق لڑائی جھگڑے کرنے میں مبتلا ہو وہ سمجھ لے کہ اُس کا دین مونڈا ہوا ہے، اب ایسے شخص کا دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوبصورت نہیں رہا بلکہ بدصورت ہو گیا ہے، لہٰذا خود بھی لڑائی جھگڑوں کے پیدا کرنے سے بچنا چاہیے اور اگر کہیں لڑائی جھگڑے ہو رہے ہوں تو حکمت کے ساتھ ان جھگڑوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آپس کے جھگڑے اور فساد سے دنیا میں بے اطمینانی اور بے سکونی پیدا ہونے کو تو سب جانتے ہی ہیں، لیکن آپس کے جھگڑوں اور فساد سے جو دین کا نقصان ہوتا ہے اُس کی طرف عام طور پر توجہ نہیں ہوتی، اس لیے کہ جب آپس میں نفرتیں ہوتی ہیں اور جھگڑے ہوتے ہیں تو اس جھگڑے کی وجہ سے انسان نہ جانے کتنے بے شمار گناہوں کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے، ان جھگڑوں کے نتیجے میں ایک دوسرے کی غیبت ہوتی ہے، ایک دوسرے پر بہتان لگایا جاتا ہے، ایک دوسرے کی ایذاء رسانی اور ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے کی کوشش ہوتی ہے، ایک دوسرے پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں اور کبھی تو خون خرابہ اور قتل وغارت اور آبروریزی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور عداوت کے جوش میں ہر طرف سے دوسرے پر زیادتی اور ظلم کو اپنا حق سمجھا جاتا ہے، اس لیے یہ جھگڑے بے شمار گناہوں کا مجموعہ ہوتے ہیں جن کا وبال دنیا اور آخرت دونوں کے نقصان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے (اصلاحی خطبات جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱ بتغیر)

جن کے درمیان رنجشیں پیدا ہو گئی ہوں اُن کے درمیان صلح کرانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں کو ایک دوسرے کی ایسی باتیں پہنچائی جائیں جن سے اُن کے درمیان آپس میں محبت پیدا ہو، اور غلط فہمیاں دور ہوں، یہاں تک کہ اس غرض کے لئے ایسی باتیں کہنا بھی جائز ہے جو بظاہر خلافِ واقعہ معلوم ہوتی ہوں مثلاً دو آدمیوں کے درمیان رنجش اور جھگڑا ہو اور ہر فریق دوسرے کو اپنا دشمن سمجھتا ہو اور پھر اس کے نتیجہ میں بڑے شر اور فتنے پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو ان حالات میں اگر کوئی مخلص اور بے غرض بندہ ان دونوں فریقوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لئے وہ ضرورت محسوس کرے کہ ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو ایسی خیر کی باتیں پہنچائے جس سے جنگ اور عداوت کی آگ بجھے اور خوش گمانی اور مصالحت کی فضا پیدا ہو تو اس مقصد کے لئے اگر اللہ کا وہ بندہ ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو ایسی خیر کی باتیں پہنچائے جو بظاہر خلافِ واقعہ معلوم ہوتی ہوں مثلاً یہ کہہ دے کہ ''تم تو فلاں سے اتنی نفرت کرتے ہو اور وہ شخص تمہارے لئے خیر کی دعا کرتا ہے'' اور دل میں یہ نیت

کرلے کہ وہ نماز میں السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصلحین تو پڑھتا ہی ہے جس میں وہ تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتا ہے اور تمام مسلمانوں میں اس کا مدِّ مقابل بھی ہے، یا یوں کہے کہ ''وہ تم سے محبت کرتا ہے اور تمہاری تعریف کرتا ہے'' اور نیت یہ کرے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے کسی نہ کسی درجہ کی محبت بھی رکھتا ہے اور اس کے ایمان کی وجہ سے اُس کی تعریف بھی کرتا ہے یا یہ کہے کہ ''وہ اپنی غلطیوں پر نادم اور شرمندہ ہے'' اور نیت یہ کرے کہ ہر مسلمان اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوا ہی کرتا ہے یا ایک کی بات دوسرے کو اس انداز سے نقل کرے کہ اس کے دل میں دوسرے کی قدر پیدا ہو اور نفرت دُور ہو جائے، ایسا شخص کذاب اور جھوٹا نہیں ہے کیونکہ یہ باتیں بظاہر خلافِ واقعہ ہیں مگر جس نیت سے کہی گئی ہیں اس کے اعتبار سے خلافِ واقعہ نہیں ہیں، اس لیے کہ صلح کرانے والا یہ بات اس لیے کہہ رہا ہے تا کہ ایک مسلمان کے دل سے دوسرے مسلمان کی برائی نکل جائے، آپس کے دل کا غبار دور ہو جائے اور نفرتیں ختم ہو جائیں تو اس مخلص بندہ کا ایسا کرنا اُس جھوٹ میں شمار نہ ہوگا جو گناہِ کبیرہ ہے (دنیا کی حقیقت حصہ دوم صفحہ ۲۱۸، اصلاحی خطبات جلد ۶ صفحہ ۱۵۸، وجلد ۱۱ صفحہ ۱۸۸، آسان نیکیاں صفحہ ۷۲، بتغیر)

اس طریقے سے دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْراً وَّیَنْمِیْ خَیْراً (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الکذب، وبیان المباح منه)

یعنی ''وہ شخص جھوٹا اور گناہ گار نہیں ہے جو باہم لڑنے والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس سلسلہ میں (ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو) خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچائے اور (مقابل فریق کے دل ودماغ پر اچھا اثر ڈالنے والی) اچھی باتیں کرے'' (صحیح مسلم)

جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اللہ کی رضا کی خاطر دو مسلمان بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کے ارادے سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسی باتیں ڈال دیتے ہیں کہ ''اس سے ایسی بات کہو جس سے اس کے دل سے دوسرے کی نفرت دور ہو جائے، ایسی بات نہ کہو کہ ان کے درمیان نفرت کی آگ جو پہلے سے لگی ہوئی ہے اس پر تمہاری بات تیل کا کام کرے اور اس کے نتیجے میں نفرت دور ہونے کے بجائے نفرت کی آگ اور بھڑک جائے''، یہ انتہائی درجے کی رذالت کا کام ہے اور حضورِ اقدس ﷺ کو انتہائی ناپسند ہے

(اصلاحی خطبات جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ بتغیر)

جھگڑا ختم کرنے اور آپس کی صلح کے جہاں اور طریقے ہیں وہاں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپس کی صلح کی خاطر اپنا حق چھوڑ دیا جائے چنانچہ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے اس عمل کی یہ فضیلت بیان فرمائی:

اَنَا زَعِیْمٌ بِبَیْتٍ فِیْ رِبْضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَکَ الْمِرَاءَ وَاِنْ کَانَ مُحِقًّا (ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق)

''میں اس شخص کے لئے جنت کے بیچوں بیچ گھر دلوانے کی ضمانت دیتا ہوں جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے'' (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق)

دنیا کے بعض فوائد حاصل کرنے کے لئے بھی چھوٹے نقصانات کو برداشت کرنا گوارا کرلیا جاتا ہے تو آخرت میں جنت کے بیچوں بیچ گھر حاصل کرنے کے لئے اگر اپنے معمولی معمولی حقوق معاف کردیے جائیں تو کون سی مشکل بات ہے، آخر اس دنیا کے حق کو معاف کرنے کے نتیجے میں جو آخرت کا چین اور مزہ حاصل ہوگا وہ اس دنیا کے حق سے بدرجہا بہتر اور بہت اعلیٰ ہوگا، اور دنیا میں جھگڑوں سے بچنے کے لئے اپنا حق چھوڑنے پر آخرت میں جنت ملنے کی ضمانت بھی آقائے دو جہاں حضور ﷺ دے رہے ہیں۔

اگر مسلمان اسلام کی اس تعلیم پر عمل کرنا شروع کردیں یعنی آپس میں باہمی اتحاد اور اتفاق کی فضا پیدا کرلیں اور جہاں کہیں مسلمانوں میں آپس کے کسی اختلاف کی وجہ سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو تو اسلام کی اس تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اس اختلاف کو ختم کرنے کی فکر کرنے لگ جائیں تو ہمارا پورا معاشرہ ایک پُرامن اور مثالی معاشرہ بن سکتا ہے، ہمارے معاشرے میں چھوٹے چھوٹے تنازعات مثلاً ساس، بہو اور نند، بھاوج کے درمیان جو جھگڑے چلتے ہیں وہ عموماً اسلام کی اس تعلیم کو نظرانداز کرنے سے پیدا ہوتے اور ترقی پکڑتے ہیں اور پھر سالہا سال یہ جھگڑے ختم نہیں ہوتے، اگر اسلام کی اس تعلیم پر عمل کیا جائے تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں (آسان نیکیاں صفحہ ۷۳ بتغیر)

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لئے دعا فرمائی ہے لہٰذا اس دُعا کو بھی اپنی دُعاؤں کا حصہ بنانا چاہیے، وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَأَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا (جامع صغیر حدیث نمبر ۱۴۸۲ بحوالہ طبرانی فی الکبیر و حاکم فی المستدرک، تصحیح السیوطی حسن)

''یعنی اے اللہ ہماری اصلاح فرما دیجئے اور ہمارے دلوں میں باہمی محبت ڈال دیجئے''

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ رجب: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ رجب ۲۵۰ھ**: میں وقت کے ایک محدث حضرت نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، علمِ حدیث میں ضعیف شمار ہوتے تھے، ۷۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی اور خیزران کے مقبرہ میں دفن ہوئے (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۲۳)

□......**ماہِ رجب ۲۵۱ھ**: میں محمد بن رجاء اور اسماعیل بن فراشۃ کی جعلان ترکی سے ''بادرایا اور باکسایا'' کے نواح میں لڑائی ہوئی، جعلان ترکی کو شکست ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، اور اس کے متعدد ساتھی قید وقتل ہوئے (تاریخِ طبری ج ۵ ص ۳۹۴)

□......**ماہِ رجب ۲۵۱ھ**: میں دیوداد ابی الساج اور بایکباک کے درمیان ''جرجرایا'' کے مقام کے نواح میں لڑائی ہوئی، جس میں بایکباک مارا گیا، اور اس کے کئی ساتھی قتل وقید ہوئے (تاریخِ طبری ج ۵ ص ۳۹۴)

□......**ماہِ رجب ۲۵۲ھ**: میں حضرت محمد بن بشار البصری ابوبکر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۶۳) آپ ''بندار'' کے لقب سے پہچانے جاتے تھے، ۱۶۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ بہت بڑے محدث تھے، مشہور محدث معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ اور ان کے طبقے سے روایت کرتے ہیں، صحاحِ ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد کے مصنف امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ۵۰ ہزار احادیث لکھیں (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۱۰، المنتظم ج ۱۲ ص ۶۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۴۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۶)

□......**ماہِ رجب ۲۵۴ھ**: میں حضرت محمد بن مسعود بن یوسف ابوجعفر بن العجمی الطرسوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عیسیٰ بن یونس، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن المہدی، عبدالرحمٰن بن المہدی، زید بن الحباب اور عبدالرزاق رحمہم اللہ اور ان کے طبقہ سے روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۴۸)

□......**ماہِ رجب ۲۵۴ھ**: میں حضرت مؤمل بن اہاب بن عبدالعزیز الربعی کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بہت بڑے محدث تھے، رملہ کے مقام پر وفات ہوئی (المنتظم ج ۱۲ ص ۷۸)

□......**ماہِ رجب ۲۵۵ھ**: میں عباسی خلیفہ المعتز باللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۶۴) اس کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن المتوکل علی اللہ جعفر بن المعتصم محمد بن الرشید العباسی تھا، معتز باللہ ہر وقت عیش ونشاط میں ڈوبا

رہتا تھا، اس کی خوبیاں کم اور برائیاں زیادہ ہیں، اس کی ماں اور دوسرے لوگ اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات انجام دیا کرتے تھے، اس کے دورِ حکومت میں ترک بہت طاقتور ہوگئے تھے، یہاں تک کہ اس کو محمد بن واثق کو خلافت دینے اور اس سے بیعت کرنے پر مجبور کردیا، بیعت کے واقعہ کے پانچ روز بعد ترک معتز کو پکڑ کر حمام لے گئے اور اس کو غسل کرایا، اس کو پیاس لگی تو پانی نہ دیا، اور وہاں سے نکال کر اس کو برف کا پانی پلادیا، جس کے پیتے ہی اس کی موت واقع ہوگئی، اس کی نمازِ جنازہ مہتدی نے پڑھائی، اس کے بعد المہتدی باللہ خلیفہ بنا اور اس کی خلافت کے لئے بیعت رجب ہی کے مہینے میں ہوئی ''تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۸۲ میں شعبان میں اس کی وفات لکھی ہے'' (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۱۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۳۵)

☐......**ماہِ رجب ۲۵۶ھ**: میں عباسی خلیفہ المہتدی باللہ کو قتل کیا گیا (تقویمِ تاریخی ص ۶۴) اس کا پورا نام ابواسحاق محمد بن واثق باللہ بن ھارون بن المعتصم باللہ محمد بن الرشید العباسی تھا، خلیفہ مہتدی نہایت متقی اور پرہیزگار تھا، امانت اور دیانت میں اس کا بڑا مقام تھا، خطیب بغدادی کے بقول خلیفہ ہونے کے وقت سے لے کر قتل ہونے تک المہتدی روزے رکھتا رہا، اور رات کا ایک بڑا حصہ عبادت میں گذارتا تھا، عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ کہ ایک دفعہ اس کے بیٹے پر کسی نے دعویٰ کردیا، مہتدی نے شہزادے کو عدالت میں طلب کیا اور شہزادے کو مدعی کے پہلو میں کھڑا کر کے دعوے کو سنا، شہزادے نے مدعی کے حق کا اقرار کیا، مہتدی نے اسی وقت مدعی کا حق دلوادیا، ایک باغی لیڈر موسیٰ بن بغا نے بڑے لشکر کے ساتھ اس کے محل پر دھاوا بول دیا تھا، مہتدی اور اس کے ساتھی بے جگری کے ساتھ لڑے، یہاں تک کہ کئی روز کی لڑائی کے بعد مہتدی گرفتار ہوگیا، اور دشمنوں نے اس کو قتل کر ڈالا، اس کے بعد رجب ہی کے مہینے میں المعتمد باللہ خلیفہ بنا (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۱۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۴۰، المنتظم ج ۲ ص ۱۲۰، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۹۴ تا ص ۴۹۶)

☐......**ماہِ رجب ۲۵۶ھ**: میں حضرت عبداللہ بن محمد المہاجر ابومحمد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''فوزان'' کے لقب سے مشہور تھے، آپ کا شمار امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے، آپ امام وکیع، شعیب بن حرب، ابومعاویہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، اور آپ کے شاگردوں میں امام بغوی رحمہ اللہ جیسے حضرات شامل ہیں (المنتظم ج ۱۲ ص ۱۱۳، طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۱۹۶)

☐......**ماہِ رجب ۲۵۶ھ**: میں مشہور محدث ابنِ کرامہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا پورا نام عثمان بن کرامہ تھا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۹۷)

□......ماہِ رجب ۲۵۷ھ: میں امام حسن بن عبدالعزیز ابوعلی الجروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ سے ابنِ ابی الدنیا، حربی، ابنِ صاعد، ابن عبدوس رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۲ و ص ۳)

□......ماہِ رجب ۲۵۷ھ: میں حضرت ابوحاتم البوشنجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حضرت سفیان بن عیینۃ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے محمد بن مخلد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں، آپ فنِ حدیث میں ثقہ اور امانت دار سمجھے جاتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۱۳)

□......ماہِ رجب ۲۵۷ھ: میں امام روح بن الفرج ابوالحسن البزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حضرت قبیصۃ اور ابوعبدالرحمٰن المقرئ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے ابنِ ابی الدنیا، ابنِ صاعد، اور محاملی رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۱۳)

□......ماہِ رجب ۲۵۷ھ: میں احمد بن محمد بن غالب بن خالد بن مرداس ابوعبداللہ الباہلی البصری کی وفات ہوئی، یہ غلام خلیل کے نام سے مشہور تھا، اور بغداد میں رہتا تھا، مُنکر حدیثیں مجہول شیوخ سے روایت کرتا تھا، امام ابوداؤد السجستانی رحمہ اللہ نے اس کی تکذیب کی ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو متروک لکھا ہے، بصرہ میں اس کی تدفین ہوئی (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۹۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۲۸۵)

□......ماہِ رجب ۲۵۷ھ: میں امام محمد بن داؤد بن یزید ابوجعفر القنطری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت آدم بن ابی ایاس العسقلانی رحمہ اللہ سے کی، آپ سے روایت کرنے والوں میں محمد بن مخلد رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کو کسی نے ہنستے یا مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، آپ سے بعض احادیث ایسی بھی مروی ہیں جو اور کسی سے مروی نہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۱۵)

□......ماہِ رجب ۲۵۸ھ: میں حضرت ھارون بن اسحاق الھمدانی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی پیدائش ۱۶۰ھ میں ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت مطلب بن زیاد، معتمر بن سلیمان التیمی، سفیان بن عیینۃ، حفص بن غیاث اور ابومعاویہ رحمہم اللہ اور ان کے طبقہ سے کی، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ، امام ابنِ خزیمۃ، ابنِ ابی حاتم، قاضی المحاملی، ابنِ صاعد رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۲۷)

□......ماہِ رجب ۲۵۹ھ: میں حجاج بن شاعر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا شمار حدیث کے ائمہ میں ہوتا ہے، آپ کے والد ایک بڑے شاعر تھے، جنہوں نے مشہور شاعر ابونواس کی صحبت اٹھائی تھی، آپ کے اساتذہ حسن بن موسیٰ الاشیب، روح بن عبادہ، زکریا بن عدی اور ابوعاصم بن النبیل رحمہم اللہ ہیں، امام مسلم، امام

ابوداؤد، ابویعلیٰ، بقی بن مخلد، صالح جزرۃ، ابوحاتم، عبدالرحمٰن بن ابوحاتم، ابنِ ابی الدنیا اور حسین بن اسماعیل المحاملی رحمہم اللہ جیسے اکابر آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۸، طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۴۹)

□...... **ماہِ رجب ۲۶۰ھ**: میں حضرت رجاء بن الجلر د ابوالمنذ ر الزیات رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت امام واقدی، ابوعاصم النبیل، اصمعی اور قعنبی رحمہم اللہ سے کی، آپ سے ابنِ صاعد، محاملی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۲۴)

□...... **ماہِ رجب ۲۶۱ھ**: میں امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۶۶) آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ''صحیح مسلم'' صحاحِ ستہ میں سے ایک ہے، آپ کی ولادت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، آپ کا تعلق نیشاپور سے ہے جو کہ خراسان کا ایک بڑا شہر ہے، آپ نے سماعِ حدیث کا آغاز ۲۱۸ھ میں کیا، آپ کے اساتذہ میں یحیٰ بن یحیٰ، اسحاق بن راھویہ، امام احمد بن حنبلا ور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے محدثین شامل ہیں، آپ کے شاگردوں میں سرِ فہرست حضرات یہ ہیں: امام ابوحاتم رازی، احمد بن مسلمہ، ابوبکر بن خزیمہ، ابوعوانہ الاسفرائنی وغیرہ رحہم اللہ، آپ کی وفات کا واقعہ بھی عجیب ہے، جو کہ آپ کے حدیث میں مشغول ہونے کی عجیب مثال ہے، ایک مجلس میں آپ سے ایک حدیث پوچھی گئی، جو کہ اس وقت آپ کو مستحضر نہ تھی، آپ گھر تشریف لائے، اور اپنی یادداشتوں اور کتابوں میں اس حدیث کو تلاش کرنے لگے، آپ کو بھوک لگی ہوئی تھی، قریب ہی ایک ٹوکری کھجور کی بھری رکھی تھی، آپ ایک ایک کھجور اس میں سے لے کر کھاتے جاتے اور حدیث تلاش کرتے جاتے، پوری رات اسی انہاک میں گذر گئی، صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہو چکی تھیں، وہ حدیث تو مل گئی، لیکن بے خبری میں زیادہ کھجوروں کے کھانے کا کا واقعہ آپ کی وفات کا سبب بنا، آپ کا مزار خراسان میں مرجعِ خلائق ہے (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۲۹، درسِ مسلم ص ۴۷ تا ص ۷۷، از مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۳۲ وص ۳۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۶۵، طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۳۳۹)

□...... **ماہِ رجب ۲۶۲ھ**: میں امام سعدان بن یزید ابومحمد البز از رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اسماعیل بن علیۃ اور یزید بن ھارون وغیرہ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۳۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۵۹)

□...... **ماہِ رجب ۲۶۲ھ**: میں حضرت عبیداللہ بن جریر بن جبلۃ بن ابی داؤ د العتکی البصری رحمہ اللہ

کی وفات ہوئی، آپ حضرت مسدد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، اور آپ سے ابنِ ابی الدنیا اور ابنِ صاعد رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، آپ کی وفات عراق کے شہر واسط میں ہوئی (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۴۰)

☐......**ماہِ رجب ۲۶۲ھ:** میں حضرت محمد بن محمد ابوالحسن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''حبش'' کے نام سے مشہور تھے (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۴۰)

☐......**ماہِ رجب ۲۶۳ھ:** میں حضرت ولید بن محمد النحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امام قعنبی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ کو علمِ نحو اور علمِ تجوید میں بڑا مقام حاصل تھا (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۴۵)

☐......**ماہِ رجب ۲۶۳ھ:** میں حضرت ابراہیم بن مالک بن یھوذا ابن اسحاق البزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت حماد بن اسامہ، زید بن الحباب اور یزید بن ھارون رحمہم اللہ سے کی، آپ سے ابنِ ابی الدنیا اور ابنِ صاعد رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، ۸۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۴۶)

☐......**ماہِ رجب ۲۶۳ھ:** میں محمد بن احمد بن حفص رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: مسلم بن ابراہیم، عفان مسلم، سلیمان بن حرب اور عبدان بن عثمان رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۱۷)

☐......**ماہِ رجب ۲۷۱ھ:** میں حضرت ابوالحسن القراز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ روح بن عبادۃ، عمر بن یونس اور محمد بن ابوبکر البرسانی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ کے شاگردوں میں محاملی، ابنِ صاعد اور اسماعیل الصفار رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۵۵)

☐......**ماہِ رجب ۲۷۱ھ:** میں عبداللہ بن حماد بن ایوب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ قعنبی، ابوالیمان سلیمان بن حرب اور سعید بن ابی مریم رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، بعض کے نزدیک آپ کی وفات ربیع الثانی ۲۶۹ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۱۱)

☐......**ماہِ رجب ۲۷۵ھ:** میں حضرت حسین بن محمد بن ابی معشر نجیح السندی المدنی ثم البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ میں وکیع بن الجراح اور محمد بن ربیعۃ الکلابی رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ کے شاگردوں میں محمد بن احمد الحلیمی، اسماعیل الصفار اور عثمان بن السماک رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۰۸)

☐......**ماہِ رجب ۲۷۵ھ:** میں حضرت حسن بن جعفر بن محمد بن الوضاح ابوسعید السمسار الحربی رحمہ

اللہ کی وفات ہوئی، آپ حرفی کے نام سے مشہور تھے، حدیث جعفر فریابی رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں، آپ سے امام تنوخی رحمہ اللہ حدیث روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۹۶)

□...... **ماہِ رجب ۲۷۵ھ:** میں حضرت عبدالرحمٰن بن مرزوق ابن عطیۃ ابوعوف البزوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت روح بن عبادۃ، شبابۃ اور ابونعیم رحمہم اللہ سے کی، آپ سے حدیث ابنِ صاعد، ابنِ سماک رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، ۹۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۹۸)

□...... **ماہِ رجب ۲۷۹ھ:** میں عباسی خلیفہ المعتمد باللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۷۰) اس کا پورا نام احمد بن جعفر متوکل تھا، اس کی کنیت ابوالعباس تھی، خلیفہ المہتدی باللہ کو جب ترکوں نے معزول کر کے قتل کر ڈالا، تو اس کو تختِ خلافت پر بٹھا دیا، اس وقت معتمد کی عمر ۲۵ سال تھی، اس کی زندگی لہو ولعب، رقص وسرور میں گزری تھی، ایک دن محفل ورقص وسرور گرم تھی، اس میں شراب کا دور چل رہا تھا، معتمد نے شراب زیادہ پی لی اور اس پر کھانا زیادہ کھا لیا، جس سے یہ بیمار ہو گیا، اور اسی مرض میں اس کی وفات ہوئی، ۲۳ برس اس کی مدتِ خلافت تھی، بعض کے نزدیک اس کو زہر دیا گیا، اور بعض فرماتے ہیں کہ اس کا گلا گھونٹ کر اس کو ہلاک کیا گیا (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۶۷، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۹۸ تا ص ۴۱۰، المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۱۳۹)

□...... **ماہِ رجب ۲۷۹ھ:** میں عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کو خلافت ملی، ۱۹ رجب کو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، اس کا پورا نام ابوالعباس احمد بن ابواحمد موفق بن متوکل تھا، معتضد بڑے جاہ وجلال کا بادشاہ تھا، متاخرین خلفائے بنی عباس میں اس کو امتیازی درجہ حاصل تھا، تدبیر وسیاست کے ساتھ اچھے اخلاق کا بھی مالک تھا، اس کا عہدِ حکومت عوام کی فلاح وبہبود، امن وامان، عدل وانصاف میں مشہور تھا، اس نے خلافتِ عباسیہ کے بے روح جسم میں جان ڈال دی تھی، اس لئے اس کو سفاحِ ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، معتضد کی وفات ۲۱ ربیع الثانی ۲۸۹ھ کو ۴۷ سال کی عمر میں ہوئی، ۹ سال ۹ ماہ ۳ دن خلافت کے فرائض انجام دیئے (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۱۲۳، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۴۱۴ تا ص ۴۲۴)

□...... **ماہِ رجب ۲۸۰ھ:** میں امام ترمذی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ تھا، آپ خراسان کے مشہور شہر "ترمذ" کے رہنے والے تھے، اس شہر میں بڑے بڑے علماء ومحدثین پیدا ہوئے، اس لئے اس کو مدینۃ الرجال کہا جاتا تھا، آپ کا سنِ پیدائش ۲۰۴ھ ہے اور بعض کے نزدیک سنِ پیدائش ۲۰۰ھ ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے حجاز، مصر، شام، کوفہ، بصرہ، خراسان، بغداد وغیرہ میں اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ سے علمِ حدیث حاصل کیا، جن میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، احمد

بن منیع ،محمد بن المثنیٰ ،محمد بن بشار رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں،آپ حیرت انگیز حافظہ کے مالک تھے جس کے واقعات بہت مشہور ہیں،آخری عمر میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے بہت زیادہ رونے کی وجہ سے نابینا ہو گئے تھے،آپ کو یہ شرف وفخر بھی حاصل ہے کہ آپ بعض احادیث میں اپنے استاذ امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی استاذ ہیں یعنی چند حدیثیں خود امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ سے سنی ہیں،امام ترمذی رحمہ اللہ کی تین کتب آج تک یادگار چلی آرہی ہیں(۱) جامع ترمذی جو کہ صحاحِ ستہ میں بھی شامل ہے(۲) العلل (۳) الشمائل ،جس میں حضور ﷺ کے حلیہ مبارک ،لباس ،کھانے پینے کے انداز وغیرہ کا بہت تفصیلی ذکر ہے (طبقات الحفاظ ج ۱ص ۲۸۲،سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۲۷۷،درسِ ترمذی از مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ج ۱ص ۱۳۰ تا ص ۱۳۴)

☐......ماہِ رجب ۲۸۳ھ: میں حضرت عباس بن محمد بن عبد اللہ بن زیاد بن عبد الملک بن شیب ابوالفضل البز از رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ ''دبیس'' کے نام سے مشہور تھے،آپ نے حدیث کی سماعت شریح بن نعمان ،عفان بن مسلم ،سلیمان بن حرب رحمہم اللہ سے کی،آپ سے عمرو بن السماک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ص ۱۶۹)

☐......ماہِ رجب ۲۸۴ھ: میں حضرت اسماعیل بن قتیبۃ بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ نے حدیث کی سماعت یحییٰ بن یحییٰ ،سعد بن یزید الفراء ،یزید بن صالح الفراء ،یحییٰ الحمانی ،احمد بن حنبل ، عبد اللہ بن محمد المسندی ،ابوبکر بن شیبۃ اور القواریری رحمہم اللہ سے کی،ابراہیم بن ابی طالب ،ابنِ خزیمہ ، ابوحامد بن الشرقی ،ابوالعباس السراج ،محمد بن صالح بن ھانیٔ اور احمد بن اسحاق القعنبی رحمہم اللہ آپ کے مایۂ نازشاگردوں میں شامل ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۳۴۵)

☐......ماہِ رجب ۲۸۵ھ: میں مشہور محدث عبید بن عبد الواحد بن شریک البغدادی البز ار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا،آپ کے اساتذہ سعید بن ابی مریم ،ابوصالح ،آدم بن ابی ایاس ،ابوالجماہر الکفر سوسی اور نعیم بن حماد رحمہم اللہ ہیں،آپ سے حدیث روایت کرنے والوں میں عثمان بن السماک ،ابنِ نجیح ،النجاد ،ابوبکر الشافعی رحمہم اللہ شامل ہیں،امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آپ کو صدوق یعنی سچا قرار دیا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ص ۳۸۵، المنتظم من ۲۵۷ ج ۶ص ۸)

☐......ماہِ رجب ۲۸۶ھ: میں اسماعیل بن الفضل بن موسیٰ بن مسمار بن ھانیٔ ابوبکر البلخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ بغداد میں رہتے تھے،اور ابوکریب رحمہ اللہ کے شاگرد تھے،آپ سے ابوعمرو بن السماک ،ابوبکر الشافعی اور ابنِ مخلد وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج ۶ص ۱۹)

Idara Ghufran

□......**ماہِ رجب ۲۸۶ھ**: میں ابوسعید القرمطی کا ظہور ہوا (تقویمِ تاریخی ص۲۷) ابوسعید نے بحرین میں آکر قرامطہ کے مذہب کی علانیہ دعوت دی، اور جو لوگ پہلے خفیہ طور پر قرمطی تھے وہ اب علانیہ آآکر اس کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے، قرامطہ تحریک فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے، اس کے عقائد میں بہت سے فلسفیانہ خیالات کی آمیزش ہے، اس کا بانی حمدان قرمط تھا، جو دن رات میں ۵۰ نمازوں کی دعوت دیتا تھا، اس طرح اس نے اپنے پاس ایک آسمانی کتاب کا بھی دعویٰ کیا، ابوسعید نے پہلے ''قطیف'' کے مقام پر قیام کیا، اور پھر بصرہ کا ارادہ کیا، خلیفہ المعتضد باللہ نے بصرہ کے عامل کو لکھا کہ بصرہ شہر کے گرد دیوار تعمیر کرائے، ابوسعید نے خلیفہ کے بھیجے ہوئے لشکر کو شکست دے دی، یہ فتنہ بہت پھیلا، آخر کار ۲۹۰ھ میں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا (تاریخِ اسلام از اکبر شاہ خان صاحب، ج۲ ص۴۸۶ تا ۴۸۸)

□......**ماہِ رجب ۲۸۷ھ**: میں اسحاق بن مروان ابویعقوب الدھان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عبدالاعلیٰ بن حماد رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اور طبرانی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج۶ ص۲۵)

□......**ماہِ رجب ۲۸۷ھ**: میں عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کی بیوی قطری الندی بنت خمارویہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۲۷) اس کو رصافہ محل میں دفن کیا گیا (المنتظم من ۲۵۷ ج۶ ص۲۶)

□......**ماہِ رجب ۲۸۷ھ**: میں حضرت یعقوب بن یوسف بن ایوب ابوبکر المطوعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امام احمد بن حنبل، علی، ابن المدینی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے حضرت نجاد اور خلدی رحمہا اللہ روایت کرتے ہیں، آپ کو ''باب البردان'' نامی جگہ میں دفن کیا گیا (المنتظم من ۲۵۷ ج۶ ص۲۷، طبقات الحنابلۃ ج۱ ص۴۱۷)

□......**ماہِ رجب ۲۸۸ھ**: میں عبداللہ بن محمد عزیز ابومحمد التمیمی الموصلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ غسان بن ربیع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، اور اسماعیل بن الخطمی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج۶ ص۲۹)

□......**ماہِ رجب ۲۸۹ھ**: میں حسین بن فہم البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ میں محمد بن سلام الجمحی، یحییٰ بن معین اور محمد بن سعد الکاتب رحمہم اللہ شامل ہیں، احمد بن معروف الخشاب، احمد بن کامل اور اسماعیل الخطمی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں غیر قوی قرار دیا ہے، آپ کی ولادت ۲۰۱ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۴۲۷، طبقات الحفاظ ج۱ ص۳۰۰)

□……**ماہِ رجب ۲۹۰ھ**: میں مشہور محدث محمد بن یحییٰ بن المنذ ر البصر ی القز از رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ میں درجِ ذیل بڑے بڑے شیوخ شامل ہیں: سعید بن عامر الضبعی ، ابو عاصم النبیل ، یزید بن بیان العقیلی اور مسلم بن ابراہیم رحمہم اللہ ، آپ کی عمر بڑی لمبی ہوئی ، محمد بن مسلم العقیلی ، فاروق الخطابی اور ابوالقاسم الطبر انی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۱۸)

□……**ماہِ رجب ۲۹۰ھ**: میں امام محمد بن یحییٰ بن المنذ ر ابوسلیمان القزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی عمر سو سال کے قریب تھی، آپ سعید بن عامر الضبعی اور ابو عاصم رحمہما اللہ جیسے حضرات سے روایت کرتے ہیں (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۹۲)

□……**ماہِ رجب ۲۹۲ھ**: میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے بیٹے یوسف بن یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حدیث اور مسائلِ فقہیۃ وقیاس اپنے والد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں، اپنے والد کی زندگی میں ہی ان کو بغداد کی غربی جانب کا قاضی بنا دگیا (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷)

□……**ماہِ رجب ۲۹۳ھ**: میں حضرت عبید اللہ بن محمد بن خلف ابو محمد البز ار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حضرت ابوثور رحمہ اللہ کے ساتھی تھے، بڑے بڑے اکابر آپ کے استاد ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان کو ابوثور رحمہ اللہ جیسی فقاہت حاصل تھی، ابوعمرو بن السماک اور خلدی رحمہما اللہ کو آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے (المنتظم من ۲۵۷ ج ۶ ص ۵۸)

□……**ماہِ رجب ۲۹۳ھ**: میں حضرت ابنِ عبدوس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۴۷) آپ کا پورا نام ابواحمد محمد بن عبدوس کامل السراج السلمی البغدادی ہے، بعض حضرات نے آپ کے والد کا نام عبدالجبار اور لقب عبدوس بیان کیا ہے، آپ کے اساتذہ علی بن الجعد، احمد بن جناب ، داؤد بن عمرو بن الضبی اور ابوبکر بن شیبہ رحمہم اللہ ہیں، آپ کے شاگردوں میں جعفر الخلدی، ابوبکر النجاد، طبرانی اور ابن ماسی رحمہم اللہ شامل ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۳۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۱، العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۱۰۲)

□……**ماہِ رجب ۲۹۴ھ**: میں حسین بن المثنیٰ بن معاذ بن معاذ العنبر ی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مشہور محدث معاذ بن المثنیٰ رحمہ اللہ کے بھائی تھے، آپ کے اساتذہ میں عفان، ابوحذیفہ النہد ی رحمہما اللہ شامل ہیں، آپ سے حدیث کی سماعت طبرانی، اور یوسف البختر ی رحمہما اللہ جیسے حضرات نے کی ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۲۷)

﴿بقیہ صفحہ ۳۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مقالات و مضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط ۴)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے تین اہم مواعظ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے پھوپھا صاحب ''جناب نواب جمشید علی خان مرحوم'' کی درخواست پر ان کے علاقے ''باغپت'' میں تین روزہ سفر فرمایا اور اس سفر میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تین وعظ فرمائے۔

پہلا وعظ ''جلاء القلوب ملقب بہ جامِ جمشید'' نواب صاحب مرحوم کی کوٹھی پر باغپت میں ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۱۶ء بروز یکشنبہ ہوا۔

دوسرا وعظ ''رجاء الغیوب ملقب بہ صبح امید'' بمقام کاٹھہ نزد باغپت ۳ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۱۶ء بروز دوشنبہ بوقتِ صبح ہوا۔

اور تیسرا وعظ ''دواء العیوب ملقب بہ شامِ خورشید'' بمقام میرٹھ شہر نزد باغپت ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۱۶ء بروز سہ شنبہ بوقتِ شام ہوا۔

وعظ جلاءُ القلوب کے آخر میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے خود یہ بیان فرمایا ہے کہ:

> اس لقب میں حافظ صاحب (نواب جمشید علی خان صاحب میزبان و مالکِ مکان) کا نام بھی آ گیا۔

کاتبِ وعظ جناب مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری رحمہ اللہ ان تینوں مواعظ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''اس سفر میں تین وعظ ہوئے سب سے پہلا یہ وعظ مسمّیٰ بہ ''جلاء القلوب ملقب بجامِ جمشید'' اور اس سے اگلے دن بمقام کاٹھہ متصل باغپت وعظ ''رجاء الغیوب ملقب بصبحِ امید'' اور اس سے اگلے دن بمقام میرٹھ وعظ ''دواء العیوب ملقب بہ شامِ خورشید''، تینوں کے نام مقفیٰ ہیں نیز القاب بھی اور تینوں کی وجہ تسمیہ نہایت معقول ہے، ''جلاء القلوب'' کی وجہ تسمیہ اور لقب کی مناسبت تو ابھی بیان ہوئی (کہ اس وعظ میں دل کی صفائی کا بیان ہے اور یہ وعظ نواب جمشید

خان کی دعوت ومیزبانی میں ہوا) اور کاٹھہ میں وعظ مستورات کے مجمع میں تحتِ آیت '' اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ'' ہوا تھا جس میں رجا کا مضمون غالب تھا اور خود آیت ہی میں ''یرجون'' کا لفظ موجود ہے نیز آیت میں جو وعدے ہیں وہ آخرت کے ہیں، جو عالم غیب ہے اس واسطے ''رجاء الغیوب'' کیا ہی برمحل نام ہوا، نیز وعظ کا وقت صبح کا تھا، اس وجہ سے ''صبحِ امید'' کیا ہی چسپاں لقب رہا اور میرٹھ میں وعظ تحت آیت ''وَجَاءَ کُمُ النَّذِیْرُ'' ہوا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نذیر کی تفسیر بعض علماء نے بڑھاپے سے کی ہے لہٰذا بوڑھوں کو زیادہ ضرورت اپنی اصلاح کی ہے، اور اس میں امراض اور ان کے علاج مذکور ہوئے، لہٰذا ''دواء العیوب'' اسم بامسمیٰ ہوا، اور اتفاق سے یہ وعظ شام کے وقت ہوا تھا، جس وقت آفتاب کا غروب قریب تھا اور بڑھاپا عمر کی شام ہے، لہٰذا ''شامِ خورشید'' لقب نہایت مناسب رہا اور اس میں ایک لطیفہ یہ بھی ہوا جس کی طرف حضرت والا کو بھی خیال نہیں تھا کہ جب لقب ''شامِ خورشید'' تجویز ہوا تو احقر نے عرض کیا کہ خورشید علی خان، نواب جمشید علی خان صاحب کے والد ماجد مرحوم کا نام تھا، تو اس سلسلہ میں دونوں نام آ گئے، تو حضرت والا نے مسرت ظاہر فرمائی، چونکہ یہ سفر بفرمائش نواب صاحب موصوف ہوا تھا اس واسطے بقاعدہ للاکثر حکم الکل تین وعظوں میں سے دو میں اس خاندان کے نام آ جانا گویا کل میں آ جانا ہے، یہ بھی لطف سے خالی نہیں'' (اختتامی سطور وعظ جلاء القلوب ص ۱۲۶، مشمولہ تین اہم مواعظ، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات کراچی، لاہور)

اور وعظ دواء العیوب کے آخر میں جامع وعظ مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوری رحمہ اللہ ہی تحریر فرماتے ہیں:

''اس وعظ کا نام عربی ''دواء العیوب'' ہے ختم ۴ بج کر ۲۲ منٹ پر ہوا، اس کے بعد (حضرت والا) نمازِ عصر کے لئے تشریف لے گئے، بعد نمازِ عصر راقم سے فرمایا کہ اس نام کو یعنی ''شامِ خورشید'' کو مناسبت یہ بھی ہے کہ مشکوٰۃ میں حدیث بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ میں آیا ہے کہ میت کو قبر میں وقت غروب شمس کا متخیل ہوتا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ غروبِ شمس وقت ختمِ نہار ہے جس طرح یہ وقت عمر ختم ہے تو آفتاب مشابہ عمر کے ہوا اور موت مشابہ غروب، اس واسطے نام ''شامِ خورشید'' رکھا گیا کیونکہ اس میں مہتم بالشان بیان عمر کے اخیر حصہ یعنی بڑھاپے کا ہے

راقم کہتا ہے کہ یہ وعظ میرٹھ میں اس سفر کے اخیر حصہ میں ہوا جو بالقصد باغپت ضلع میرٹھ کے لئے بفرمائش راؤ جمشید علی خان صاحب رئیس باغپت کے ہوا، اس سفر میں ایک وعظ باغپت میں راؤ صاحب موصوف کی کوٹھی پر بھی تحت آیت " اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَہٗ قَلۡبٌ اَوۡ اَلۡقَی السَّمۡعَ وَھُوَ شَھِیۡدٌ" ہوا تھا، اس کا فارسی نام "جامِ جمشید" اور عربی نام "جلاء القلوب" تجویز فرمایا تھا۔

اور اسی سفر میں دوسرا وعظ بمقام کاٹھہ ضلع میرٹھ تحت آیت " اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ" ہوا تھا۔ اس کا فارسی نام "صبحِ امید" اور عربی نام "رجاء الغیوب" تحریر فرمایا تھا اور وعظ ہٰذا کا نام "دواء العیوب" اور لقب "شامِ خورشید" ہے چونکہ یہ تینوں وعظ ایک ہی سفر میں ہوئے تھے اور تینوں کے عربی فارسی نام باہم موزوں ہیں اس واسطے حضرت والا نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ تینوں وعظ طبع بھی یکجا ہوں، شامِ خورشید کو ایک مناسبت یہ بھی ہے کہ اس سفر کا اول وعظ جمشید علی خان صاحب کے نام پر اور اخیر وعظ ان کے والد صاحب مرحوم خورشید علی خان صاحب کے نام پر ہو گیا گو قصداً یہ رعایت نہیں رکھی گئی" (وعظ دواء العیوب ص ۲۵۹، مشمولہ تین اہم مواعظ، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات کراچی، لاہور))

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی یہ خواہش "کہ تینوں وعظ ایک ساتھ شائع ہوں" ایک مدتِ دراز تک تو پوری نہ ہو سکی لیکن سن ۱۴۲۴ھ کو حضرت رحمہ اللہ کی یہ خواہش حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی برکت سے پوری ہوئی کہ حضرت والا نے جناب مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم (نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی) کے واسطے سے یہ تینوں مواعظ ایک ساتھ شائع کرادیے، جو "تین اہم مواعظ" کے نام سے ادارۂ اسلامیات پاکستان سے شائع ہو چکے ہیں فللّٰہ الحمد و الشکر۔

بزمِ جمشید و خمخانۂ باطن

سن ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء میں حضرت نواب جمشید علی خان صاحب مرحوم نے تھانہ بھون کا سفر فرمایا اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے بھرپور استفادہ فرمایا، اس دوران حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے خصوصی مجلس بھی ہوئی، جس کی کارگزاری صاحبِ خلق سامی جناب وصل بلگرامی رحمہ اللہ نے درج ذیل انداز میں

تحریر فرمائی ہے:

چند دن کا واقعہ ہے ہمارے محترم فخر قوم جناب نواب جمشید علی خان صاحب، ایم، ایل، اے، رئیس باغپت (ضلع میرٹھ) جو حضرت اقدس مدظلہم العالی (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کے حلقۂ خدام میں داخل ہیں مع اپنے اہل وعیال کے تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے................ان کی عقیدت ومحبت کی حالت کسی سے پنہاں نہیں، خود حضرتِ اقدس مدظلہم العالی (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اعمال میں تو کچھ کمی ہے مگر محبت وعقیدت میں کمی نہیں اور ان کے یہاں کی مستورات تو اپنے وقت کی رابعہ بصریہ ہیں۔

بالخصوص ان کی اہلیہ تو سراپا خلوص وطاعت ہیں۔ان کے حالات تو دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں، میں نے اپنے گھر کے ذریعے سے جس قدر حالات سنے ہیں وہ اس دور میں آپ اپنی مثال ہیں۔باوجود تنعّم (ناز و نعمت سے زندگی بسر کرنے) کے مزاج میں جس قدر انکسار، عجز و برد باری ہے وہ اس زمانے میں مشکل ہے۔محبت وعقیدت میں فنا ہیں۔نواب صاحب کی والدہ نے مکہ معظّمہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا تھا۔یہ سب برکتیں اور یہ سب اثر اس گرامی توسل کا ہے، جو مکہ معظّمہ سے حاصل ہو کر باغپت میں آیا تھا اور خدا نے چاہا تو یہ سلسلہ ہمیشہ روز افزوں ترقی کے ساتھ قائم رہے گا۔

نواب صاحب موصوف نے اس مرتبہ تھانہ بھون کے قیام کے زمانہ میں ایک بار مجلس خاص اور ایک بار مجلس عام میں کچھ استفسارات کئے اور اپنی تشفی وتسکین کرنا چاہی، حضرت والا نے جس پیرایہ میں ان کے جوابات عطا فرمائے ہیں ان کا لطف سننے سے متعلق تھا۔بیان یا تحریر میں نہیں آ سکتا۔اس وقت ایک عجیب عالم تھا اور ایک عجیب کیفیت۔یہ بیانات ایسے تھے جن سے عوام وخواص دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اس لئے وہ کسی نہ کسی طرح ضبط تحریر میں لائے گئے اور بعد ملاحظہ نظر فیض اثر حضرت اقدس مدظلہم العالی (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) بغرضِ استفادۂ عام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اس مجموعہ کا نام بھی حضرت والا نے اپنی غایتِ شفقت سے جناب نواب صاحب ممدوح کے نام نامی کی رعایت سے ''بزمِ جمشید'' تجویز فرمایا،اس کے بعد اسمِ تاریخی ''خمخانۂ باطن'' سے ملقب کیا گیا۔نواب صاحب ممدوح کے

زبانی استفسارات کے جوابات کے علاوہ چنداورضروری ملفوظات بطورِ ضمیمہ شامل مجموعہ ہٰذا کیے گئے (بزمِ جمشید ملقب بہ اسمِ تاریخی خمخانۂ باطن ، ملفوظاتِ حکیم الامت ج۲۹ص۲۸۲و۲۸۳)

حضرت نواب جمشید علی خان صاحب مرحوم کے متعلق حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی زبانی سُنا کہ باوجودیکہ نواب جمشید صاحب مرحوم اپنے علاقہ باغپت کے بڑے رئیسوں اور نوابوں میں سے تھے اور ملازموں اور نوکروں کی بھی کوئی کمی نہیں تھی ،اس دور میں موٹر کار بھی بہت خال خال لوگوں کے پاس ہوا کرتی تھی ،نواب جمشید علی خان صاحب مرحوم کے یہاں اس زمانہ میں موٹر کار تھی ،جس کو چلانے کے لئے مستقل ڈرائیور ہوا کرتے تھے ،لیکن جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ باغبت تشریف لے جاتے اور حضرت نواب جمشید علی خان مرحوم کے یہاں مہمان ہوتے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو موٹر کار میں بٹھا کر محبت وعقیدت اوراعزاز واکرام کی خاطر خود ڈرائیونگ فرماتے تھے۔

جب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا تو تھانہ بھون میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے متعدد عقیدت مند جمع تھے ،جن میں حضرت نواب جمشید علی خان مرحوم بھی شامل تھے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی چھوٹی اہلیہ محترمہ (چھوٹی پیرانی صاحبہ) مختلف حضرات کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کچھ تبرکات وملبوسات وغیرہ تقسیم فرمارہی تھیں ،حضرت کی ٹوپیاں ،رومال ،شلوکے (نیم آستین والے بنیان) عمامے وغیرہ خلفاء اور خدام حضرات نے اپنی پسند کے مطابق وصول کئے ،اندر گھر ہی سے حضرت پیرانی صاحبہ نے باہر موجود نواب جمشید علی خان مرحوم سے معلوم کرایا کہ آپ نے کچھ طلب نہیں فرمایا ،کیا آپ بھی حضرت رحمہ اللہ کی کوئی چیز لینا چاہتے ہیں؟ نواب جمشید علی خان مرحوم نے عرض کیا کہ مجھے تو ایسی کوئی قیمتی چیز نہیں چاہئے ،البتہ اگر حضرت رحمہ اللہ کی کوئی اونی پرانی استعمال شدہ جرابیں ہوں تو وہ عنایت کردی جائیں ،اس پر نواب صاحب مرحوم کو اونی پرانی جرابیں دیدی گئیں۔

نواب جمشید صاحب مرحوم یہ جرابیں حاصل کرکے اپنے گھر لے گئے اور اپنے گھر والوں سے ان کو اُدھڑوا کر ان کی ٹوپی بنوائی جس کو پہن کر تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

یہ حضرت نواب جمشید صاحب مرحوم کی اپنے شیخ سے محبت وعقیدت اور عظمت کا عالَم تھا کہ اپنے شیخ کے پیر مبارک میں استعمال شدہ جرابوں کو اتنا مبارک سمجھا کہ ان کو تہجد کی نماز میں اپنے سر کا تاج بنایا۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را (جاری ہے............)

اصلاحی مجلس مفتی محمد رضوان

بھیڑ چال اور بدنظمی سے پرہیز کیجئے (قسط۲)

مدیر ادارہ مفتی محمد رضوان صاحب بزرگوں کی ہدایت کے مطابق بروز اتوار بعد عصر ادارہ غفران میں اصلاحی بیان فرماتے ہیں ،مؤرخہ ۱۴رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۱رجون ۲۰۰۶ء کی مجلس کا خطاب مولانا محمد ناصر صاحب نے ریکارڈ کر کے اس کو کمپیوٹر سے تحریر کیا،اب مدیر کی نظرِ ثانی واصلاح کے بعد افادۂ عام کی خاطر اسے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

متأثرینِ زلزلہ کے تعاون میں بدنظمی

گذشتہ ماہِ رمضان المبارک میں پاکستان کے بعض علاقوں میں خطرناک زلزلہ آیا تھا،اور بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا تھا،اس وقت سارے لوگوں کے ذہنوں میں متأثرینِ زلزلہ کے تعاون اورامداد کی اہمیت اورفکرتھی ،اورنظم وضبط کے بغیر ہرشخص اپنے اپنے طور پرمتأثرینِ زلزلہ کے لئے مالی تعاون میں لگا ہوا تھا،جگہ جگہ ،محلّہ محلّہ ،گلی گلی میں اسٹال اورکیمپ لگا کرلوگ متأثرینِ زلزلہ کے نام پر مالی امداد اکھٹی کررہے تھے،ملک بھرسے اور باہر کے ممالک سے بھی امدادی سامان پہنچایا جارہا تھا،مال بردارٹرک بھربھر کر متأثرینِ زلزلہ کے لئے روانہ کیے جارہے تھے،لیکن وہی بدنظمی ،بے سلیقگی،اوربھیڑ چال کی روایت اس موقعہ پربھی دیکھنے میں آئی ،جس کی وجہ سے اصل مستحقین تک منصفانہ طریقہ پرامداد نہ پہونچ سکی ،غیرمعمولی مقدار ضائع ہوگئی، بہت سی امداد راستہ میں لوٹ لی گئی،اور بہت سی امداد نااہل لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی،اوراس طرح سارے ملک کی زکوٰۃ وصدقات کی اکثر مقدار جودینی مدارس اوراپنے علاقہ کے انتہائی غریب اورنادار لوگوں کودی جایا کرتی تھی ،وہ بدنظمی کی بھینٹ چڑھ گئی۔

میں نے اس وقت بھی احباب کومتوجہ کیا تھا کہ اس طرح اندھا دُھند سارے لوگ ایک ہی چیز کے تعاون میں نہ لگیں مگرکسی نے نہیں سنی،اورکیسے سُنتے ،جب بہت سے اہلِ علم حضرات بھی یہی زبان بول رہے تھے۔میڈیا،اخبارسب میں ایک ہی موضوع زیرِ بحث تھا،اس کانتیجہ یہ نکلا کہ دینی مدارس اورعام غرباء بہت متاثر ہوئے اوراب اس سال ہمارے علاقوں کے مدارس کی مالی حالت بہت نازک ہے۔

مسلمانوں کی صلاحیتوں کوضائع اور بےکار کرنے کی سازشیں

کافروں کی طرف سے آئے دن کوئی نہ کوئی شوشہ چھیڑا جاتا رہتا ہے جوایک منظّم سازش کا حصہ ہوتا ہے،

جس کا ایک مقصد مسلمانوں کو متوجہ رکھنے اور کسی خاص مشغلے میں لگائے رکھنا ہوتا ہے، تاکہ اہم کاموں سے توجہ ہٹ جائے ،اس وقت تو سیاسی لوگوں اور حکمرانوں کی یہ روایت بن گئی ہے اور یہ معاملہ اب کوئی اتنا ناقابلِ فہم نہیں رہا کہ یہ لوگ اپنی رعایا کی توجہات کو دوسری اہم چیزوں سے ہٹانے کے لئے اور اس کی آڑ میں کوئی اپنا دوسرا مشن پورا کرنے کے لئے کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں، کہیں کوئی شورش چھڑوادی، کہیں کوئی ہنگامہ کرادیا، کوئی کھیل وغیرہ کرادیا تاکہ قوم کی توجہ اس کی طرف ہوجائے ،اور اس کی آڑ میں وہ اپنا کوئی اہم منصوبہ پورا کرلیں، کیونکہ اگر قوم خالی الذہن ہو اور کسی دوسرے مشغلہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو اس کی طرف سے ردِّعمل کا ڈر ہوتا ہے، مگر جب قوم کی نگاہیں کسی مسئلہ میں لگی ہوتی ہیں، تو دوسرے معاملات سے توجہ ہٹ جاتی ہے، اور راستہ صاف اور میدان خالی ہونے کی وجہ سے اپنے مذموم مقاصد اور عزائم پورا کرنے میں کوئی رُکاوٹ نہیں رہتی۔ کافر اور باطل لوگ مسلمانوں کی محنتوں کو تقسیم کرنے اور توجہ بٹانے کے لئے نئے نئے شوشے چھوڑتے رہتے ہیں، کیونکہ اگر مسلمان ان شورشوں سے فارغ ہوں گے تو اہم کاموں میں لگیں گے، تعلیم وتعلّم میں لگیں گے۔ اسلام دشمن طاقتوں اور کافروں نے اتنے محاذ کھول رکھے ہیں کہ مسلمانوں کو تعمیری واقدامی کاموں کے کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، کیونکہ وہ دفاعی کاموں سے فارغ ہونگے تو اقدامی وتعمیری کاموں کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس لئے ضرورت ہے مسلمان صرف اور صرف کافروں کی طرف سے چھیڑے ہوئے شوشوں میں اپنے آپ کو کھپا کر ملک وملت کے تعمیری واقدامی کاموں اور خدمات سے اپنے آپ کو محروم نہ کریں۔ پچھلے دنوں بعض مغربی ملکوں کی طرف سے توہینِ رسالت پر مشتمل خاکے شائع ہونے کے نتیجے میں ابتدائی ردِّعمل کے طور پر ہر مسلمان نے اس مسموم اور ناپاک جسارت کے خلاف اپنے اپنے انداز میں جذبات کا استعمال کیا، مختلف احتجاج کئے گئے ، مظاہرے اور ہڑتالیں کی گئیں، توڑ پھوڑ کر کے مالی نقصان کیا گیا، مذمتی بیانات واعلانات کئے گئے ،لیکن بدنظمی اور بے ڈھنگے پن کی وجہ سے یہ مسئلہ سیاسی شکل اختیار کرگیا، اور نتیجتاً گستاخانِ رسول جو مسلمانوں کی بدنظمی اور بے ڈھنگے پن سے واقف تھے، انہوں نے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ اور انہوں نے اعترافِ جرم کے بجائے اسے اظہارِ رائے کی آزادی جیسے خوشنما لیبل سے تعبیر کیا، اور کیونکہ موجودہ کافروں کی طرف سے اس قسم کی حرکات ایک منظّم طریقۂ کار کے تحت سامنے آتی ہیں، اس لیے وہ پہلے سے مثبت یا منفی ردِّعمل کے نتائج کے لئے ذہنی وعملی طور پر تیار ہوتے ہیں بلکہ اس کے لئے تدابیر بھی تیار کئے ہوئے ہوتے ہیں، اس لیے اکثر وبیشتر مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کے جذبات اپنے نتیجہ کے اعتبار سے بے حس وحرکت ثابت ہوتے ہیں اور کافروں کے کان پر ان کی وجہ سے جوں تک نہیں رینگتی۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیں کہ کیا وجہ ہے ہماری تدابیر مؤثر نہیں۔

(جاری ہے..........)

مقالات ومضامین

عبدالواحد قیصرانی

تقلید کا ثبوت

تقلید اور حدیث

قرآن کریم کی طرح متعدد احادیثِ مبارکہ سے بھی تقلید کا جواز بلکہ وجوب ثابت ہے، جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

﴿۱﴾......''عن حذیفة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا باللذین من بعدی'' (ترمذی ج۲ ص۲۰۷، مرقاۃ المفاتیح ج۵ ص۵۴۹، ابنِ ماجہ ص۱۰، مستدرک ج۳ ص۷۵)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تم میں زندہ رہونگا لہٰذا تم میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا''

اس حدیث مبارکہ میں نبی علیہ السلام نے حضراتِ شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر) رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنے کا حکم صیغہ امر کے ساتھ دیا ہے (جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے)۔ یہاں پر ''اقتداء'' کا لفظ ذکر کیا گیا ہے، جس سے مراد دینی امور میں کسی کی پیروی کرنا ہے، یعنی انتظامی امور میں کسی کی اتباع وپیروی کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا کیونکہ خود قرآن وحدیث میں یہ لفظ دینی معاملات میں انبیاء علیہم السلام وصلحاءِ عظام کی تقلید واطاعت کے لئے استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ'' (الانعام:۹) ترجمہ: یہی لوگ ہیں کہ جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء (تقلید) کرو، اسی طرح حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، چنانچہ آپ علیہ السلام کے مرضِ وفات کے واقعہ میں ہے کہ: ''یقتدی ابوبکر بصلاۃ رسول اللہ ﷺ والناس یقتدون بصلوٰۃ ابی بکر'' (بخاری ج۱ ص۹۹) ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی نماز کی اقتداء کررہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز میں اقتداء کررہے تھے، اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عربی لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں (مادہ ''قدا'' کے تحت) اس کے معنیٰ ''اسوۃ'' اور سنت'' کے لکھے ہیں، لہٰذا ان سب سے یہ معلوم ہوا

کہ اس حدیث میں نبی علیہ السلام کا اصل مقصد حضراتِ شیخین رضی اللہ عنہما کی دینی امور میں اقتداء وپیروی کا حکم دینا ہے اور اسی کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں۔

﴿۲﴾......حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حضور ﷺ نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی، اور نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ایک مؤثر اور بلیغ تقریر کی، جس سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل میں خشیت طاری ہوگئی، ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ تقریر آپ کی رخصت کرنے والے کی (آخری) تقریر ہے، اس لیے ہمیں کچھ وصیت ونصیحت فرمادیجئے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہنا ، امیر کی بات سننا، اور اس کی اطاعت کو بجالینا، اگرچہ ایک حبشی غلام ہی تمہارا امیر منتخب ہو جائے، کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی (کے حالات ومراحل) میں بہت کچھ اختلافات رونما ہو جائیں گے اس کے بعد ارشاد فرمایا ''**فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ،تمسکو بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ** '' (ترمذی ج ۲ ص ۹۲، ابن ماجہ ص ۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۹، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷) ترجمہ: پس میرے طریقہ کو اور میرے راست باز ہدایت یافتہ خلفاء (نائبین) کے طریقہ کو لازم پکڑو اس پر خوب مضبوطی کے ساتھ جم جاؤ، اور نئی نئی باتیں اور طریقے (دین میں) نکالنے سے بچو اس لئے کہ (دین میں) ہر نیا خود ساختہ طریقہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس حدیثِ مقدسہ میں وصیت فرماتے ہوئے تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ ایک ہی امیر کی اطاعت کرنے کا حکم عطاء فرمایا ہے اور ایک امیر وخلیفہ کی اطاعت وپیروی تقلیدِ شخصی کے سوا کچھ نہیں، اسی طرح بڑی تاکید کے ساتھ حضراتِ خلفاءِ راشدین کی سنت وطریقہ کی تقلید کا اسی طرح حکم دیا ہے، جس طرح اپنی سنت کی اطاعت کا حکم دیا ہے، آپ کا یہ حکم بھی تقلیدِ شخصی پر بین اور واضح دلیل ہے، نیز اس حدیث سے حضراتِ علمائے کرام اور محدثین نے خلفائے راشدین کے عموم میں ائمہ مجتہدین کو بھی داخل کیا ہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ حاشیۃ ابنِ ماجہ میں لکھتے ہیں:

"ومن العلماء من كان على سيرته عليه السلام من العلماء والخلفاء كالائمة الاربعة المتبوعين المجتهدين والائمة العادلين كعمر بن عبدالعزيز كلهم موارد لهذاالحديث" (انجاح الحاجة على ابنِ ماجه ص ۵)

ترجمہ: "اور علماء میں سے حضور ﷺ کے طریقہ پر ہوں جیسے چاروں ائمہ اور عادل حاکم جیسے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سب اس حدیث کے مصداق ہیں"

﴿۳﴾ ...... حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ایک عورت حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے کوئی چیز دریافت فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر کسی وقت آنا (اس وقت آپ ﷺ کی طبیعت مبارک ناساز تھی) اس عورت نے عرض کیا کہ اگر میں پھر کسی وقت آؤں اور اس وقت آپ کو نہ پاؤں یعنی اگر آپکی وفات ہوجائے تو پھر کیا کروں؟ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا "فاتى ابابكر" یعنی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا" (بخاری ج ۱ ص ۵۱۶، مسلم ج ۲ ص ۲۷۳)

اس حدیث میں جہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے، وہاں اس حدیث سے تقلیدِ شخصی کا ثبوت بھی روزِ روشن کی طرح ہوتا ہے، کیونکہ اس سائلہ عورت نے آپ ﷺ سے مسئلہ ہی تو پوچھنا تھا، پس اس کے اس سوال کے جواب میں کہ میں آپ کو نہ پاؤں تو پھر کیا کروں؟ آپ ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی تلقین کرنا تقلیدِ شخصی پر بیّن دلیل ہے۔

﴿۴﴾ ...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص میں دو خصلتیں ہونگی اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھے گا، وہ دو خصلتیں یہ ہیں "من نظر فى دينه الى من هو فوقه فاقتدىٰ به ونظر فى دنياه الى من هو دونه فحمد الله" (جامع ترمذی بشرح ابن العربی ج ۹ ص ۳۱۷)

ترجمہ: جو شخص دین کے معاملے میں اپنے سے بلند مرتبے شخص کو دیکھے اور اس کی اقتداء کرے اور دنیا کے معاملے میں (اپنے سے) نیچے کے شخص کو دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے (کہ اس نے مجھے اس سے اچھی حالت میں رکھا تو ایسا شخص عنداللہ صابر و شاکر شمار ہوگا)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے دین کے معاملے میں اپنے سے بلند مرتبے والے کی اقتداء کرنے والے (مقلد) کو صابر و شاکر قرار دے کر اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کے اس عمل (تقلید) کی حوصلہ

افزائی بیان فرمائی ہے، اگر تقلید ناجائز ہوتی تو پھر یقیناً آنحضور ﷺ کبھی بھی کوئی ایسی بات ارشاد نہ فرماتے۔

﴿۵﴾...... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''رضیت لکم مارضی ابن ام عبد'' (مستدرک ج۳ص ۳۱۹)

ترجمہ: ''میں تمہارے لئے اس چیز پر راضی اور خوش ہو کہ جس چیز کو تمہارے لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کریں''

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے اپنی پسند وناپسند کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری اوران کی رضا وعدم رضا پر موقوف کردیا، یعنی جس مسئلہ اور معاملہ میں ابنِ مسعود جس رائے کو پسند کرلیں تو میری رضاء بھی انہیں کے ساتھ ہوگی (سبحان اللہ کیا فضیلت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی اور یہ ابنِ مسعود وہی صحابی ہیں کہ جن کے اجتہاد اور اقوال وافعال پر فقہ حنفی کے اجتہاد کا مدار ہے) تو اگر تقلیدِ شخصی ناجائز اور شرک فی الرسالۃ ہوتی تو حضور ﷺ لوگوں کو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی پر ہرگز آمادہ نہ فرماتے۔ قارئینِ کرام! ان چند احادیث سے معلوم ہوا کہ تقلیدِ شخصی مباح اور جائز تو درکنار بلکہ عمل بالدین اور نجات کا واحد راستہ ہے۔ (جاری ہے..........)

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۷ ''تاریخی واقعات''﴾ □...... ماہِ رجب ۲۹۵ھ: میں ابراہیم بن ابی طالب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ خراسان کے مشہور شہر نیشا پور کے امام المحدثین اور شیخ سمجھے جاتے تھے، یحییٰ الخفاف، ابنِ خزیمہ اور اکثر مشائخ آپ کے شاگرد ہیں، ۲رجب کو آپ کی وفات ہوئی، حسین بن معاذ کے مقبرہ میں دفن ہوئے (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ص ۵۵۱، طبقات الحفاظ ج اص ۴۸۴)

□...... ماہِ رجب ۲۹۵ھ: میں حضرت ابراہیم بن محمد بن نوح بن عبداللہ ابواسحاق المز کی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نیشا پور میں علمِ حدیث، علم الرجال، علم العلل کے امام سمجھے جاتے تھے، آپ سے بہت زیادہ تعداد میں لوگوں نے حدیث سنی، اسی طرح آپ کی دعائیں بہت قبول ہوتی تھیں (المنتظم من ۲۵۷ ج۶ص ۷۷)

□...... ماہِ رجب ۲۹۹ھ: میں حضرت جعفر بن محمد بن الازھر ابواحمد البز از رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''البارودی'' اور ''الطّوسی'' کے نام سے پہچانے جاتے تھے، آپ سے حضرت نجاد اور شافعی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ ج۶ص ۱۱۱)

□...... ماہِ رجب ۲۹۹ھ: میں ابوالحسن اسماعیل بن عبداللہ بن محمد بن عبدۃ الضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ اسحاق الخطمی اور ابنِ حمید رحمہما اللہ ہیں (طبقات المحدثین باصبہان ج۴ص ۶۹)

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (تیسری و آخری قسط)

مول ملے نہ عشق کی دولت، دل کو درد بنائے بن
سکھ کی برکھا برسے ناہیں، پریت کے بادل چھائے بن
قسمت والے سیکھ گئے، ہم دیوانوں سے رازِ جنوں
عشق کی باتیں جھوٹی ساری، اپنا آپ مٹائے بن

جن کی رگ رگ میں خون کے ساتھ وفا دوڑ رہی ہو اور جن کے سروں میں عشق و جانثاری کا سودا ہو وہ محبوب کی آنکھ کے اشارے اور لہجے کے اُتار چڑھاؤ کو حکم کا درجہ دیتے ہیں اُن کے نزدیک محبوب کی طرف سے کسی چاہت کا ہلکے سے ہلکے درجہ میں اظہار بھی بڑے سے بڑے حکم کی طرح مکمل اور فوری طور پر قابلِ اطاعت ہوتا ہے ۵ھ ہجری میں جب مدینہ پر عرب چڑھ دوڑے تو نبی کریم ﷺ نے بنوقریظہ قبیلہ کے حالات کی خبر لانے کے لئے کسی کو جاسوس کے طور پر بھیجنا چاہا اور فرمایا کہ کون اس قوم کی خبر لائے گا؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں، آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ کون اس قوم کی خبر لائے گا؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا کہ میں، آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ اپنی بات دہرائی تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تیسری مرتبہ اپنا جواب دہرایا کہ میں، نبی کریم ﷺ اُن کے اس انداز سے خوش ہوئے اور فرمایا ہر نبی کے لئے حواری ہوتے ہیں میرا حواری زبیر ہے ...... آپ ﷺ اس نازک وقت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی یوں بے خطر آمد و رفت سے اس قدر متأثر تھے کہ آپ ﷺ نے ان کے لئے فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ کے الفاظ ارشاد فرمائے یعنی آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ میرے ماں باپ (اے زبیر) تم پر فدا ہوں ع

زہے نصیب محبت قبول ہے جن کی

غزوۂ خندق کے بعد جب غزوۂ خیبر کی مہم ہوئی تو خیبر کا رئیس ''مرحب'' جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہلاک کیا اس کے ہلاک ہونے کے بعد اس کا بھائی ''یاسر'' غضبناک ہو کر آیا اور مقابلہ کے لئے پکارا تو مسلمانوں میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ وہ اس قدر جسیم اور قوی تھا

کہ اُس کے مقابلہ پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جاتا دیکھ کر اُن کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پکاریں کہ یارسول اللہ ﷺ، میرالختِ جگر آج شہید ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! زبیر اس کو مارے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تھوڑی دیر بعد یاسر ہی ان کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوا۔

رمضان المبارک ۸ھ ھجری ہے، اللہ کے رسول ﷺ اپنے دس ہزار جانثاروں کے ہمراہ مکۃ الکرمہ میں داخل ہورہے ہیں یہ وہی تو وطن ہے جہاں مرکزِ مہر و وفا ﷺ کی ولادت ہوئی تھی، جہاں کی مٹی نے دنیا کے پاکباز ترین اور اعلیٰ ترین انسان کا بچپن لڑکپن اور جوانی کے ایام دیکھے تھے، جہاں کی ہواؤں نے اُس جسم کی مہکار پھیلائی تھی جس کا سینہ عشق و محبت کی انتہائی معراج کے جذبات سے لبریز تھا، پھر ایک وقت ایسا بھی تھا کہ اس سرزمین نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کو انتہائی تکلیف دہ حالت میں وہاں سے رخصت ہوتے دیکھا تھا، لیکن آج آسمان بھی خوش ہے کہ اللہ کا گھر اللہ کے وفاداروں کے لئے کھلنے والا ہے مکہ کے پتھر بھی اپنی قسمت پر نازاں ہیں کہ آج پھر انہیں محبوبِ خدا ﷺ کے قدموں کے بوسے ملیں گے سہانی گھڑیاں، مکۃ المکرّمہ پر مہربان ہیں، وقت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ کعبۃ اللہ میں امام الانبیاء ﷺ کے داخلے کا منتظر ہے ؎

ایک لگن تھی ایسی سچی جس نے سب سے کاٹ دیا ، اپنے روٹھے، دیس نکالا، درد نے دل کو ڈھانپ لیا
آج وہی ہے دیس پرانا، تحفہ بن کر قدموں میں ، دل والوں نے عشق کو رکھا، باقی سب کچھ بانٹ دیا

وفادارانِ محبت مختلف دستوں کی شکل میں آگے بڑھ رہے تھے، آخری دستہ اس لشکر کا سب سے چھوٹا لیکن سب سے قیمتی اور اہم تھا، اسی میں تو وہ شمعِ رسالت فروزاں تھی جس کے پروانوں کی ہر طرف دھوم مچی تھی، اسی اہم ترین دستے کی علمبرداری کا شرف حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھا ؎

مجھے عشق غلامی میں رکھے، مجھے تاج و تخت سے بے چینی مری دولت، لمحے قربت کے، مرا سرمایہ تری ہمسفری

نبی کریم ﷺ جب مکۃ المکرّمہ میں داخل ہوگئے اور آپ ﷺ نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کا اعلان فرمادیا تو ہر طرف اطمینان و خوشی کی لہر دوڑ گئی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑوں پر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے خود کھڑے ہو کر بہ نفسِ نفیس ان کے چہروں سے گرد و غبار کو صاف کیا۔ ؎

ترا لمس حسیں مرے چہرے پر دل رقص کرے مرے سینے میں
دھڑکن یہ کہے ترے پا چوموں ترے سنگ مزا ہے جینے میں

فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوۂ حنین کا واقعہ پیش آیا، کفار اپنی کمیں گاہوں میں چھپے مسلمانوں کی نقل و حرکت کا بغور معائنہ کر رہے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک کافر نے اپنے ساتھیوں کو اپنے جھوٹے خداؤں کی قسم دیتے ہوئے پکارا، یہ طویل القامت سوار یقیناً زبیر (رضی اللہ عنہ) ہے، تیار ہو جاؤ، اس کا حملہ نہایت خطرناک ہوتا ہے، بس یہ جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زبردست جمیعت نے اچانک حملہ کر دیا...... قرآن میں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے، ان ظالموں کو بھلا کیا خبر کہ محبت کرنے والے عشق کی آگ میں جل جل کر کندن ہو چکے ہوتے ہیں، اب انہیں کسی اور آزمائش سے ڈرایا نہیں جا سکتا، وہ دنیا سے لڑ کر مر تو سکتے ہیں لیکن اپنے محبوب کے خلاف کسی کی آنکھ کا اشارہ بھی برداشت نہیں کر سکتے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نہایت چستی و ہوشیاری سے تن تنہا اس جتھے کا مقابلہ کیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ گھاٹی کفار سے خالی ہوگئی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ کسی ملکی مہم میں شریک نہیں ہوئے لیکن آخری وقت میں جب مصری مفسدوں نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کیا تو حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت پر مامور کیا، پھر جب اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عنہ کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا تو اُن کی وصیت کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہی اُن کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ اس کے بعد حالات عجیب وغریب سمت میں بہنے لگے، یہاں تک کہ آسمان نے جنگِ جمل جیسے اذیت ناک ماحول کو بھی دیکھا، کچھ ایسے واقعات بھی پیش آئے جنہیں آج دہراتے ہوئے قلم ساتھ نہیں دیتا، کچھ باتیں ایسی نازک ہوتی ہیں جنہیں لکھتے ہوئے سو سو بار سوچنا پڑتا ہے، لفظ چُن چُن کر استعمال کرنے پڑتے ہیں کہ ذراسی لاپرواہی سے بات کرنے والے کی عاقبت متاثر ہو سکتی ہے، ایسی ہی کچھ کمزوریوں کے باعث راقم اس بارے میں اس وقت مزید کچھ نہیں لکھ سکتا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگِ جمل سے علیٰحدہ ہو گئے تھے لیکن قسمت میں شہادت جیسی نعمتِ عظمیٰ لکھی ہوئی تھی اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چونسٹھ برس تھی ایک غدار نے ظہر کی نماز کے دوران سجدے کی حالت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

بسی ہے دل میں جان بن کے یوں کسی کی جستجو رکے نہیں قدم کہیں، ہوئے ہیں گو لہو لہو
میں اس کے عشق میں تمام عمر یوں بتا گیا کہ سانس جب رکے مرے تھمی نہیں تھی آرزو

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ — مفتی منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۱۵)

(۳۰)......کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا

تجارت اور کاروبار میں بکثرت یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص مجبوری اور پریشان حالی کی وجہ سے اپنی کوئی چیز فروخت کرنا چاہتا ہے تو اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر انتہائی کم قیمت میں اس سے چیز خرید لی جاتی ہے اور خرید کے اس پر خوش ہوتا ہے کہ مجھے نفع بہت مل گیا حالانکہ انسانی اخلاق اور مروت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اولاً تو ایسے شخص کی مدد کی جائے اور اسے اپنی چیز کے فروخت سے روکا جائے یا اسے قرض دے کر اس کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور اگر کوئی مدد ونصرت نہیں کر سکتے تو کم از کم مناسب اور رائج قیمت پر اس سے چیز خریدی جائے تاکہ اس کا نقصان نہ ہو، اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر انتہائی کم قیمت پر اس سے کوئی چیز خریدنا بہت ہی گھٹیا، اخلاق سے گری ہوئی اور خلافِ مروت حرکت ہے جو نہ صرف یہ کہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ انسانیت کے بھی خلاف ہے، ایسے ہی اگر کسی شخص کو کسی فوری ضرورت یا پریشانی کی وجہ سے کوئی چیز خریدنا ضروری ہو گیا ہے اور تاجر کو پتہ ہے کہ اب اس نے یہ چیز ہر حال میں خریدنی ہے تو وہ اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر انتہائی زیادہ قیمت پر وہ چیز بیچتا ہے حالانکہ ایسی حالت میں تو اسے رعایت کرنی چاہئے تھی یا کم از کم بازاری ریٹ کے مطابق وہ چیز بیچنی چاہئے تھی، کیونکہ انسانی اخلاق و ہمدردی کا یہی تقاضا ہے، ایسی صورتحال میں اگرچہ تاجر کو بظاہر زیادہ نفع نظر آتا ہے مگر حقیقت میں یہ حرکت بے برکتی اور اس میں نقصان کا سبب بنتی ہے اسی وجہ سے حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا:

> ”عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگ ایک دوسرے کو کاٹیں گے، مالدار اپنے مال کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھے گا (بخل کرے گا) حالانکہ اسے اس کا حکم نہیں دیا گیا (چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم آپس میں فضیلت کو نہ بھولو“ اور مجبور و پریشان حال لوگوں سے خرید وفروخت کی جائے گی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے مجبور و پریشان حال لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کا معاملہ کرنے سے منع فرمایا ہے“ (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب بیع المضطر حدیث نمبر ۳۳۸۶)

(۳۱)......سنت سمجھ کر بازار میں جانا

بازاروں کو اگرچہ سب سے بری جگہیں قرار دیا گیا ہے ،مگراس کے باوجود حدودِ شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے بازار میں جانا اور اپنی ضرورت کی اشیاء کی خرید وفروخت حضور ﷺ ،تمام انبیاء علیہم السلام ،اور صلحاءِ امت کا معمول رہا ہے ،اور یہ سنن عادیہ میں سے ہے ،چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین نے حضور ﷺ کو شرم اور عار دلائی کہ یہ کیسے خدا کے رسول ہیں جو کھانے پینے کے محتاج ہیں اور بازار بھی آتے جاتے ہیں آپ اس سے سخت غمگین ہوئے اس پر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ آیت پیش کرتے ہیں '' وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ. وَجَعَلْنَا بَعْضَکُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَۃً. اَتَصْبِرُوْنَ وَکَانَ رَبُّکَ بَصِیْرًا(۲۰) ''یعنی''ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں جاتے تھے'' (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی،سورۃ الفرقان ،ج۱۳،ص۱۲،احیاء التراث العربی بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے بازار میں جانا مقامِ نبوت کے خلاف نہیں ،اسی وجہ سے حضور ﷺ کا مختلف مواقع میں بازار جانا متعدد احادیث سے ثابت ہے ،جن میں سے چند نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بازار گیا آپ کپڑا فروش کے پاس ٹھہرے اور چار درہم میں ایک پاجامہ خریدا'' (مجمع الزوائد، باب السراویل، کتاب اللباس، ج۵ص۱۲۴،مؤسسۃ المعارف بیروت)

حضرت ابو اسید فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ سوقِ نبیط تشریف لے گئے اسے دیکھنے کے بعد فرمایا یہ تمہارا بازار نہیں (کیونکہ اس میں دھوکہ بازی ہوتی ہے) پھر ایک دوسرے بازار تشریف لے گئے اور فرمایا یہ تمہارا بازار نہیں (دھوکہ بازی اور جھوٹ کی وجہ سے) پھر ایک اور بازار کی طرف لوٹے اور اس میں چکر لگایا اور یہ فرمایا یہ تمہارا ہے نہ ان کا کچھ کم کیا جائے اور نہ ان پر ٹیکس لگایا جائے (یعنی چنگی کے طور پر نہ تاجروں سے سامان وصول کیا جائے جس سے ان کے سامان میں کمی واقع ہو

Idara Ghufran

اورنہ ہی ان پر نقد ٹیکس لگایا جائے)‘‘ (سنن ابنِ ماجہ، التجارات بالاسواق ودخولہا،ص ۱۶۲، قدیمی کتب خانہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

’’رسول اللہ ﷺ (بازار میں) ایک شخص کے پاس سے گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا، آپ نے غلہ میں ہاتھ ڈالا اس میں ملاوٹ تھی (اوپر اچھا اور اندر خراب تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمیں دھوکہ دے‘‘ (سنن ابن ماجہ، ابواب التجارات، باب النہی عن الغش ص ۱۶۱)

امام بخاری نے ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے’’باب ذکر فی الاسواق‘‘ اس کے تحت علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ابنِ بطال کے بقول اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ باوجود اس کے کہ بازار بری جگہیں ہیں لیکن پھر بھی انبیاء اور صلحاء کا ضرورت کے لئے بازار جانا ثابت ہے‘‘

(عمدۃ القاری، ج ۱۱ص ۲۳۵، کتاب البیوع، دارالفکر بیروت)

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب اس عنوان کے ساتھ قائم کیا ہے’’**باب شراء الامام الحوائج بنفسہ**‘‘جس سے مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ نے اتنے بلند مقام کے باوجود بازار جا کر اپنی ضرورت کی چیزیں خریدی ہیں باوجود اس کے کہ آپ کے خدام موجود تھے، کیونکہ اس میں تواضع اور امت کے لئے تعلیم ہے، اس وجہ سے اہلِ علم وفضل کا خود بازار جا کر اپنی حوائج خریدنا حضور ﷺ، آپ کے صحابہ، تابعین اور صلحاء کی اتباع اور مسکنت وتواضع کا باعث ہے اس لئے اس میں عار محسوس نہیں کرنی چاہئے بلکہ حضور ﷺ اور سلف کی اتباع کی نیت سے یہ کام کیا جائے تو باعثِ برکت وثواب ہوگا (عمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب شراء الامام الحوائج بنفسہ، ج ۱۱ص ۲۱۳، دارالفکر بیروت)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

موٹر سائیکل اور گاڑی وغیرہ چلانے کے آداب (دوسری وآخری قسط)

❁......اجازت نامہ (ڈرائیونگ لائسنس) حاصل کئے بغیر اور اسی طرح بچپنے اور ناسمجھی کی عمر میں گاڑی چلانا مناسب نہیں، اس لئے کسی سواری کے استعمال کرنے سے پہلے قانونی تقاضوں کے مطابق اس کا اجازت نامہ حاصل کر لینا چاہیے۔

❁...... ہر ملک اور علاقہ کے اعتبار سے ٹریفک کے قوانین مقرر ہوتے ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، اور پھر ممکنہ حد تک ان کی پابندی کی کوشش کرنی چاہیے۔

❁......گاڑی کی ملکیت کے کاغذات جو حکومت کی طرف سے جاری کئے جاتے ہیں، کوشش کرنی چاہیے کہ سفر کے دوران وہ یا کم از کم ان کی نقل آپ کے پاس موجود ہو، تاکہ ضرورت پڑنے پر کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ ہو۔

❁...... ہمارے ملک میں موٹر سائیکل اور اسکوٹر وغیرہ چلانے والے پر قانونی طور پر ہیلمیٹ پہننا لازمی ہے، اور ہیلمیٹ پہننا خود موٹر سائیکل چلانے والے کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہے، اس لیے اس قانون پر حتی الامکان عمل کرنا شرعاً بھی ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی قانونی جرم ہونے کے علاوہ بغیر سخت مجبوری کے شرعاً بھی گناہ ہے۔

❁......اسی طرح راستوں اور چوراہوں پر سُرخ اور ہری بتیوں کے جلنے بجھنے کے جو نشانات نصب ہوتے ہیں، عام حالات میں جب تک کوئی سخت مجبوری نہ ہو ان نشانات کے مطابق چلنا اور ٹھہرنا شرعاً بھی ضروری ہے اور خلاف ورزی کرنا گناہ ہے، اور اگر کبھی سخت مجبوری میں مجبوراً خلاف ورزی کرنا پڑ جائے، تو ممکنہ تحفظات کا لحاظ کر لینا چاہیے۔

❁......موٹر سائیکل اور گاڑی میں نصب دائیں بائیں طرف مُڑنے کے مخصوص اشارے درست اور ٹھیک رکھنے چاہئیں، اور بوقتِ ضرورت ان کا استعمال بھی کرنا چاہیے۔

❁......گاڑی چلاتے وقت اپنی توجہ گاڑی چلانے کی طرف رکھنی چاہیے، دوسری طرف توجہ کرنے سے بعض اوقات کوئی بڑا حادثہ پیش آسکتا ہے، آج کل گاڑی چلاتے ہوئے ٹیپ وغیرہ چلادی جاتی ہے، جس

میں عموماً گانے اور موسیقی کی وبا ہوتی ہے جو خود مستقل گناہ ہے اور سفر کے دوران اس قسم کی حرکتوں میں مبتلا ہونا اور بھی زیادہ برا ہے، اسی طرح سفر کے دوران آج کل گاڑیوں میں ٹی وی چلا دیا جاتا ہے جس میں فحش قسم کے پروگرام ہوتے ہیں، اس کی تو جتنی بھی بُرائی بیان کی جائے کم ہے، خدانخواستہ اس حالت میں گناہ کے سبب کوئی بڑا حادثہ ہو جائے اور جان ہی چلی جائے یا کوئی ہمیشہ کے لئے معذور ہو جائے تو کیا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لعنتوں سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔

❁...... گاڑی اور موٹر سائیکل وغیرہ میں دوسرے کو آگاہ کرنے کے لئے ہارن لگانے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے ہارن لگانا جائز بلکہ ایک ضرورت ہے، لیکن گاڑی میں ہارن ایسا ہونا چاہیے جو سادہ انداز میں دوسرے کو آگاہ کرنے کا مقصد پورا کر دے اور بس، ایسا ہارن نہیں لگانا چاہئے جو خوامخواہ دوسرے کی تکلیف وتشویش کا باعث ہو، اسی طرح بلاضرورت ہارن بجا کر دوسروں کی تکلیف کا سبب بھی نہیں بننا چاہیے، بعض لوگ مختلف قسم کے عجیب وغریب بہت زیادہ اونچی آواز والے ہارن لگا لیتے ہیں اور خوامخواہ بجا بجا کر لوگوں کو پے در پے تکلیف پہنچانے کا باعث بنتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے، کسی دوسرے کو بغیر شرعی وجہ کے تکلیف پہنچانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ یاد رکھیئے! کہ ہارن کی آواز بقدرِ ضرورت اونچی ہو، اس کا استعمال بوقتِ ضرورت ہو، اور بقدرِ ضرورت ہونا چاہیے۔

❁......بعض اوقات موٹر سائیکل وغیرہ کے دھواں نکلنے والے راستہ یعنی سلنسر سے اس کی خاص چیز ہٹا کر اس کی غیر معمولی بلند آواز کے شور سے دوسروں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے، ہمارے ملک میں کسی خوشی اور جشن کے موقع پر اس قسم کی حرکات کی جاتی ہیں، شرعی نقطۂ نظر سے یہ بہت بے ہودہ حرکت اور گناہ کے زمرہ میں داخل ہے، اس کو خوشی یا جشن کا نام دے کر انجام دینا خالص حماقت اور جہالت کی بات ہے، عقل نام کی بھی تو کوئی چیز ہے اس کو بھی استعمال کرنا چاہیے، عقل سے کورے، بلکہ عقل کے مارے ہوئے یہ مَن چلے بلا سوچے سمجھے جو چاہیں کر گزرتے ہیں، عاقبت وآخرت کی کوئی فکر ہی نہیں ہوتی۔

❁...... اگر گاڑی یا موٹر سائیکل وغیرہ کسی جگہ کھڑی کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے، ہمارے یہاں دوسروں کو تکلیف سے بچانے کی ذرا پرواہ نہیں کی جاتی، عام طور پر غفلت اور بے پراہی کے ساتھ گزرگاہ پر گاڑی یا موٹر سائیکل کھڑی کر دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے آنے جانے اور گزرنے والوں کو تکلیف پہنچتی ہے، ٹریفک رُک

جاتا اور جام ہوجاتا ہے، اور غریب ومسکین اور مصیبت زدہ، بیمار اور نہ جانے کن کن مسائل میں گھرے لوگ طرح طرح کے مسائل کا شکار ہوتے ہیں، بعض لوگوں کا اس تاخیر کی وجہ سے، ریل یا جہاز چھوٹ جاتا ہے، یا مریض دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور گاڑی والے یہ صاحب آرام سے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں، اس طرح کی حرکت کسی طرح بھی اسلام کی تعلیمات سے میل نہیں کھاتی، اور ایسے لوگ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے، اللہ تعالیٰ بعض اوقات دنیا ہی میں دوسرے کی مصیبت کا سبب بننے کی وجہ سے اسی طرح کی مصیبت انسان پر مسلط فرمادیتے ہیں۔

❁......اگر آپ کسی دوسرے کی گاڑی اُجرت اور کرایہ پر لے کر چلاتے ہیں تو دوسرے کی چیز ہونے کی وجہ سے اُسے بے ڈھنگے اور غیر اُصولی طریقہ پر نہ چلایئے، بلکہ ایک امانت ودیانت سمجھتے ہوئے اور قیامت کے دن کی باز پُرس کو سامنے رکھتے ہوئے احتیاط کے ساتھ استعمال کیجئے۔

❁......اگر آپ محنت ومزدوری کے طور پر رکشہ، ٹیکسی وغیرہ چلاتے ہیں تو سواری کو بٹھانے سے پہلے کرایہ واُجرت کا معاملہ صاف کرلیجئے، بغیر طے کئے ہوئے اور بغیر معاملہ صاف کئے سواری بٹھالینا مناسب نہیں، اس کی وجہ سے بعض اوقات جھگڑا اور نزاع ہوجاتا ہے اور شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ اُجرت پہلے سے طے کرلی جائے۔

❁......اور دھوکہ دہی اور غلط بیانی کر کے سواری کو زیادہ اُجرت دینے پر تیار نہ کیجئے، بلکہ بات صاف کیجئے کہ جس کی وجہ سے مخاطب کسی غلط فہمی میں مبتلاء نہ ہو۔

❁......اگر آپ ڈرائیور ہونے کی وجہ سے مسافروں کو لمبے سفر پر لیجانے کی ذمہ داری ادا کررہے ہیں، تو نماز کے اوقات آنے پر مسافروں کو نماز پڑھنے کا موقعہ فراہم کیجئے، اور خود بھی نماز ادا کیجئے، یہ عمل انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے اور دیگر مسافروں کے لئے، سفر میں عافیت اور دنیا وآخرت میں خیر وبرکت کا ذریعہ ہوگا

رجب کے کونڈے

۲۲/رجب کے کونڈے عوام میں اتنے مشہور ہیں کہ ان کونڈوں کی وجہ سے ہی بے شمار عوام رجب کے مہینے کو جانتے پہچانتے ہیں پھر کونڈوں کی فضیلت کے بارے میں طرح طرح کی منگھڑت روایات لوگوں میں مشہور کردی گئی ہیں، یاد رکھئے! کہ ۲۲/رجب کی تاریخ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے اور باطل پرستوں نے ان کی وفات کی خوشی میں شروع کئے ہیں، لہٰذا رجب کے کونڈے منانا اور ان میں شرکت کرنا بڑا گناہ ہے غیر اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر کھانا تیار کیا جائے تو یہ کھانا بھی حرام ہے۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: مفتی محمد رضوان

والدین کا حق پیر سے زیادہ ہے

مجھ سے ایک سوال کیا گیا کہ ماں باپ کا حق زیادہ ہے یا پیر کا تو میں نے یہی جواب دیا کہ ماں باپ کا زیادہ حق ہے البتہ لاَ طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ یعنی اگر پیر شریعت کے موافق حکم کرے اور ماں باپ اس کے خلاف کہیں تو اس وقت پیر کی اطاعت ہوگی والدین کی نہ ہوگی یعنی پیر ہونے کی وجہ سے، سو پیر کی اس لئے وقعت ہے کہ وہ شریعت کے احکام پر چلاتا ہے حق کے اعتبار سے نہیں، حق کے اعتبار سے والدین کا مرتبہ خدا کے بعد ہے۔ اور پیر بھی آج کل اپنے کو مالک سمجھتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اِس نواح (ہمارے علاقے) میں تو موروثی پیر بھی کچھ بہت زیادہ برے نہیں۔ یورپ میں ایک پیر تھے وہ عورتوں کے پاس جا کر ٹھہر جاتے تھے، خدا ایسے پیروں کو غارت کرے، اس کے ساتھ وہ بڑے بزرگ اور قطبِ اعظم مشہور تھے اور کئی لاکھ آدمی ان سے مرید ہیں۔ ہندو بھی ان سے مرید ہیں۔ اسلام اور درویشی میں پہلے عموم وخصوص مطلق کی نسبت تھی (یعنی درویشی عام تھی اس میں مسلم وغیر مسلم کی قید نہیں تھی، اور اسلام درویشی سے خاص تھا) مگر اب اس زمانہ میں من وجہٍ کی نسبت ہوگئی (یعنی اب بعض درویش مسلمان اور بعض مسلمان درویش اور بعض غیر مسلم درویش اور بعض درویش غیر مسلم ہوسکتے ہیں) یعنی پہلے درویش کے لئے مسلمان ہونا ضروری تھا۔ اب کافر بھی صوفی و درویش ہوسکتے ہیں یہ ان رہزنوں (ڈاکوؤں) کی بدولت ہے ان کے نزدیک کافر بھی مرید ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ دجّال پر ضرور ایمان لے آویں گے کیونکہ وہ تو بڑا صاحبِ تصرف ہوگا اور چونکہ ان کے نزدیک صوفی کا مسلمان ہونا ضروری نہیں اس لئے دجّال کو بے تکلّف پیشوا بنالیں گے اور جس کا یہ عقیدہ ہے کہ جہاں شریعت نہیں وہاں کچھ نہیں چونکہ اس کے نزدیک کرامات وغیرہ کی کوئی وقعت نہیں وہ سب سے پہلے اتباعِ شریعت کو دیکھے گا اور دجّال کافر ہوگا اس لئے یہ شخص اُس کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ صاحبو! دجّال قریب ہی نکلنے والا ہے اس لئے جلد اپنے عقیدہ کی درستی کرلو، اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے الہام ہوا ہے بلکہ علامات وآثار بتلاتے ہیں کہ دجال کا زمانۂ خروج (نکلنے کا زمانہ) قریب ہے۔ حضور ﷺ کو خود یہ احتمال (خطرہ) تھا کہ

کہیں میرے ہی زمانہ میں نہ نکل آئے۔اس لئے ممکن ہے کہ ہمارے زمانہ میں نکل آوے اس لئے اپنے عقائد درست کرلو۔جس کو خلافِ شریعت دیکھو اس کے ہرگز معتقد نہ بنو،آگے آپ کو اختیار ہے،غرض آج کل پیر سمجھتے ہیں کہ مرید ہماری مملوک (ملکیت میں) ہیں ماں باپ اور بیوی سب سے چھڑا دیتے ہیں یاد رکھو!اگر پیر کہے کہ رات کو نفلیں پڑھو اور باپ کہے سو رہو تو باپ کی اطاعت مقدم ہے۔ہاں اگر باپ شریعت کے خلاف کوئی حکم کرے تو اس وقت باپ کی اطاعت جائز نہیں شریعت کا لحاظ مقدم ہے اور ماں باپ کا اتنا حق ہے کہ جریج ایک درویش (عبادت گزار بزرگ) تھے بنی اسرائیل میں،وہ جنگل میں رہتے تھے،پہلی شرائع (یعنی ہم سے پہلی شریعتوں) میں رہبانیت (لوگوں سے الگ تھلگ اور بے تعلق رہنے) کا حکم تھا،ہماری شریعت میں یہ مطلوب (اور عبادت) نہیں۔اس کے متعلق آج کل کے اعتبار سے ایک موٹی بات بتلاتا ہوں کہ تنہائی سے جو غرض ہوتی ہے جنگل میں رہنے سے آج کل وہ حاصل نہیں ہوتی کیونکہ ایسے شخص کو لوگ بہت ستاتے ہیں برخلاف اس کے کہ اگر کوئی مسجد کے حجرے میں رہے اُسے کوئی نہیں پوچھتا دوسرے سب کو چھوڑ کر تنہا عبادت کرنا کمزوری کی بات ہے،جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

زاہد نداشت تاب جمال پری رخاں — کنجے گرفت وترس خدارا بہانہ ساخت

ہمت کی بات یہ ہے کہ سب میں ملے جلے رہو اور پھر اپنے کام میں لگے رہو،حدیث میں ہے: اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ (مضبوط مومن کمزور مومن سے بہتر ہے) اور اگر جنگل میں کوئی نہ ستاوے تو بہتر ہے کچھ مضائقہ (حرج) نہیں مگر حدودِ شرعیہ سے تعدی (وتجاوز) کرنا حرام۔خوب کہا ہے ؎

بزہد وورع کوش وصدق وصفا — ولیکن میفزائے بر مصطفٰے

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہِ صفا — تواں یافت جز برپئے مصطفٰے

رسول اللہ ﷺ کا اتباع کر کے حاصل کرو جو حاصل کرنا ہو۔اگر رسول اللہ ﷺ کے اقوال پر پوری نظر نہ ہو تو صحابہ کے حالات کو دیکھو وہ آئینۂ رسول نما ہیں۔غرض جریج ایک عابد تھے،وہ ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ میں نماز نفل پڑھ رہے تھے کہ ان کی ماں نے آکر پکارا یہ سخت پریشان ہوئے کہ جواب دوں یا نہ دوں جواب دوں تو نماز جاتی ہے نہ دوں تو ماں کی خفگی کا اندیشہ ہے،آخر انہوں نے جواب نہیں دیا اس نے دو تین آوازیں دیں اور بددعا دے

کر چلی گئی کہ اَللّٰھُمَّ لاَ تُمِتْهُ حَتّٰی تُرِیَهُ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ کہ اے اللہ جب تک یہ کسی زانیہ کا منہ نہ دیکھ لے اس کی موت نہ آئے، حضور ﷺ نے یہ حکایت بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ لَوْ کَانَ فَقِیْهًا لَاَجَابَ اُمَّهٗ کہ اگر فقیہ ہوتا تو اپنی ماں کو ضرور جواب دیتا اور یہ قول اس کا قرینہ (علامت) ہے کہ نماز نفل تھی کیونکہ فرض کو بالاجماع (کسی کے نزدیک بھی) توڑنے کی اجازت نہیں البتہ اگر کسی پر مصیبت آوے مثلاً جلنے لگے یا گرنے لگے تو اس وقت اس کے بچانے کے لئے نماز فرض بھی توڑ دینا واجب ہے خواہ ماں ہو یا کوئی غیر ہو۔

صاحبو! آپ نے شریعت کی تعلیم کو دیکھا، اللہ اکبر! کس قدر رحمت کا قانون ہے، آپ نے اس کے حسن و جمال کو دیکھا نہیں اس لئے کچھ قدر نہیں کرتے اس کی تو یہ حالت ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم　　　کرشمۂ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

شریعت تو ایسی حسین وخوبصورت ہے کہ اس کی جس چیز کو دیکھو دل رُبا ہے، جس ادا کو دیکھو دلکش ہے، آپ نے ملاحظہ کیا کہ کس قدر ضرورت کے قوانین ہیں کہ جب کسی کو گرفتارِ مصیبت دیکھو تو نماز فرض بھی توڑ دو اور ایسے موقعہ پر پہنچو۔ اور نفل میں تو اگر بلا ضرورت بھی ماں باپ پکاریں نیت توڑ دینا واجب ہے، بشرطیکہ ماں باپ کو اطلاع نہ ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے، مگر جریج چونکہ فقیہ نہ تھے اس لئے جواب نہ دیا اور ماں کی بددعا لگ گئی اور یہ واقعہ ہوا کہ قریب ایک آوارہ عورت تھی اس کو کسی کا حمل رہ گیا کچھ لوگ جریج کے دشمن تھے انہوں نے اس سے کہدیا کہ تو جریج کا نام لے دینا کہ اس کا بچہ ہے۔ اس کم بخت نے ایسا ہی کیا۔ لوگ اس کے عبادت خانہ پر چڑھ آئے اور اس کو توڑنے لگے اور جریج کو پیٹنا چاہا۔ اس نے پوچھا کہ آخر اس حرکت کا کچھ سبب بھی ہے یا نہیں؟ کہنے لگے کہ تو ریاکار ہے، عبادت خانہ بنا کر زنا کرتا ہے، فلاں عورت سے تو نے زنا کیا ہے اس کے بچہ پیدا ہوا ہے، یہ عبادت خانہ سے نیچے اُترے، آخر اللہ کے مقبول بندے تھے، رحمتِ خدا کو جوش ہوا اور ان کی ایک کرامت ظاہر ہوئی، حضرت جریج نے اس لڑکے سے پوچھا کہ بتلا تو کس کا ہے اس نے کہا میں فلاں چرواہے کا ہوں یہ قصہ حدیث میں مذکور ہے، اس سے ماں کا کتنا بڑا حق معلوم ہوا مگر اس پر اجماع ہے کہ اگر پیر پکارے تو نماز نفل کا بھی توڑنا جائز نہیں۔ تو پیر کا حق ماں باپ سے زیادہ نہیں اور یہ اچھے پیر صاحب ہیں کہ دوسرے کے پالے پلائے پر قبضہ کر لیا۔ کیا پیری مریدی کے یہی معنیٰ ہیں؟'' (وعظ عضل الجاہلیہ ص ۵۹، ماخوذ از اشرف الجواب ص ۲۰۷ تا ۲۰۹)

ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط۳)

(بنام محمد رضوان)

’’مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ’’التبلیغ‘‘ میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے‘‘ (ادارہ)

عرض......مختلف مدارس میں اجتماعات اور جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں اور بعض مقامات سے خصوصی دعوت بھی شرکت کے لئے آتی ہے ان میں شرکت کرنی مناسب ہے یا نہیں۔

ارشاد......طلبہ کو اپنی درسیات اہم ہیں، ان میں اہتمام سے مشغولی رہے۔ ۱

عرض......سبق کے دوران بعض اوقات کوئی ساتھی استاد صاحب سے سوال کرتا ہے جس میں کافی وقت صرف ہوتا ہے جبکہ احقر کی نظر میں وہ سوال بدیہی یا بیہودہ معلوم ہوتا ہے ایسے وقت احقر کو غصہ آتا ہے، اگرچہ اپنے قول یا فعل سے اس کا اظہار نہیں کیا جاتا لیکن طبیعت اندر ہی اندر گھٹنے لگتی ہے۔

ارشاد......اُس کے نزدیک مناسب ہوگا، گھٹن کا مرض کیوں پالا۔ قطع نظر۔ ۲

عرض......بعض اوقات تعلیم وتدریس یا مطالعہ کے وقت دائیں یا بائیں کوئی ایسا ساتھی بیٹھا ہوا ہوتا ہے کہ

---

۱ ہمارے اکابرین کا طریقہ یہی تھا کہ طلبۂ کرام کے لئے درسیات کے علاوہ دیگر اُمور میں مشغولی کو ناپسند فرماتے تھے اور اسی وجہ سے طالبِ علم کے لئے عام دینی اجتماعات اور جلسوں میں شرکت کو بھی اچھا خیال نہیں فرماتے تھے کیونکہ طالبِ علمی کے زمانے میں درسیات میں اہتمام سے مشغولی ضروری ہے اور عام مروَّجہ جلسے جلوسوں میں شرکت اس مشغولی میں خلل کا باعث بن جاتی ہے، مگر آج کل عام طور پر دینی مدارس میں اس چیز کا ذرا اہتمام نظر نہیں آتا، دین کے عنوان اور دین کے نام سے جو بھی تقریب وتحریک اُٹھتی ہے اس میں طلبہ کی شرکت کو اُن کے لئے باعثِ سعادت بلکہ اُن کا نصبُ العین سمجھا جاتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۲ عام طور پر ہوتا یہی ہے کہ طالبِ علم استاد صاحب سے جو سوال کرتا ہے وہ اپنے نزدیک اہم ومناسب سمجھ کر ہی کرتا ہے اگرچہ دوسرے کی نظر میں اور دوسرے کے سوال کے مقابلہ میں بلکہ فی الواقع بھی وہ سوال اتنا اہم اور مناسب نہ ہو، اس لیے طالبِ علم کو صرف اپنے سوال کو اہم ومناسب اور اپنے مقابلہ میں دوسروں کے سوالات کو غیر اہم ونامناسب سمجھ کر دوسرے کے سوال کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے، حضرت رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا کلمات کے ذریعہ یہی ہدایت بیان فرمائی۔

احقر کو پسینہ کی بو آرہی ہوتی ہے۔احقر کو بہت ناگوار گزرتا ہے اور غصہ کی وجہ سے قریب ہوتا ہے کہ اس کو تنبیہ کروں لیکن اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کر لیتا ہوں، اس ناگواری کا دفعیہ کس طور پر ممکن ہے۔

ارشاد......ان سے کہا جاوے عطر بھی لگانا سنت ہے، اس کو لگالیا کریں۔ ۱؎

عرض......مطالعہ کے وقت اگر کبھی قریب میں بیٹھے ہوئے ہم جماعت ساتھی آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو ذہن میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور مطالعہ میں خلل واقع ہوتا ہے اس کا کیا حل ہو۔

ارشاد...... یہ کیسا مطالعہ ہے کہ التفات دوسرے کی طرف ہوا۔ ۲؎

عرض......اپنے دارالاقامہ کے حجرہ کے ساتھی اکثر احقر کو حجرہ کے امور کے صدر ہونے کا تقاضا اور اصرار کرتے ہیں مگر احقر انکار کر دیتا ہے۔

ارشاد...... کیوں انکار ہے۔زبانی بات ہو۔ ۳؎

عرض......احقر کو بہت تیز لکھنے کی عادت ہے جس کی وجہ سے حروف لکھنے میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور پڑھنے میں بعد کو دشواری ہوتی ہے اور لکھتے وقت اس طرف توجہ نہیں ہوتی اس کا کیا حل ہو۔

ارشاد...... یہ فعلِ اختیاری، اختیاری ہے۔قلم لینے سے قبل استحضار کریں۔ ۴؎

عرض......کھانے کے لئے جو روٹی ملتی ہے، عام طور پر اس کے کنارے موٹے اور کچھ کچے ہوتے ہیں، احقر کھانے کے وقت کنارے الگ کر دیتا ہے اور درمیان میں سے کھا لیتا ہے۔

۱؎ ہم سبق ساتھیوں کے بھی شریعت نے انسان پر حقوق عائد کیے ہیں مثلاً دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے بچنے کا اہتمام کرنا اور دوسرے کی دِل شکنی کے عمل سے بچنا۔حضرت رحمہ اللہ نے مذکورہ دونوں چیزوں کی رعایت فرماتے ہوئے مُثبت پہلو اور حُسنِ کلام کے ذریعہ سے دوسرے کو آگاہ کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲؎ حضرت رحمہ اللہ کی طرف سے یہ مطالعہ کی کوتاہی سے متعلق ایک تنبیہ ہے کہ جب تک مطالعہ کرنے والے کا ذہن دائیں بائیں چیزوں کی طرف متوجہ رہے، اس کو مکمل مطالعہ نہیں کہا جا سکتا، مطالعہ ایسے طریقے پر کرنا چاہئے کہ ماحول اس مطالعہ میں خلل انداز نہ ہو۔

۳؎ حجرے کے اُمور سے متعلق صدارت سے انکار کی وجہ یہ تھی کہ صدارت دراصل ایک عہدہ ہے اور مجھ جیسے ناقص اور مبتدی کے لئے اس قسم کے منصب اور عہدے خود پسندی، عُجب اور تکبر کے مرض میں مبتلا ہونے کا باعث بن جا سکتے ہیں، حضرت رحمہ اللہ نے زبانی گفت وشنید کے بعد ضرورت کے پیشِ نظر مذکورہ امراض سے بچنے کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ اس ذمہ داری کو قبول کر لینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

۴؎ حضرت رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ سنبھل کر صاف صاف لکھنے کی کوشش واہتمام کرنا ایسا عمل ہے جو اپنے اختیار اور قابو میں ہے، لہٰذا اگر لکھنے کا عمل شروع کرنے سے پہلے توجہ اور اہتمام کے ساتھ لکھنے کا استحضار کر لیا جائے تو اس خرابی سے بآسانی بچا جا سکتا ہے۔

ارشاد...... کنارے الگ کر دیں پھر کھائیں۔ ۱؎

عرض...... احقر نے اپنی جماعت میں جمعرات کی رات (شبِ جمعہ) میں بزم کا آغاز کرادیا تھا جس کے انتظامی امور کی ذمہ داری احقر کے سر پر ہے اور آپ والا سے اجازت حاصل نہیں کی تھی کیا اس سلسلہ کو جاری رکھا جاوے، یا منسوخ کر دیا جاوے یا صرف احقر ہی شرکت ترک کر دے۔

ارشاد...... ہر ایک کے لئے یکساں طریق نہیں ہے۔ درسی کتب میں حرج نہ ہو۔ تقریر کے لئے طلبہ مضمون میں لگے رہتے ہیں اکثر درس میں نقص رہ جاتا ہے۔ زبانی معلوم کرنا دوپہر کو۔ ۲؎

عرض...... جمعرات کی رات میں ہونے والی بزم میں احقر نے شرکت ترک کر دی اور جوں ہی احقر نے شرکت چھوڑی اس وقت سے پھر یہ بزم منعقد نہیں ہوئی، حسبِ معمول ساتھی آئے مگر جب احقر کو نہ پایا تو واپس چلے گئے، بعد میں احقر سے بعض ساتھیوں نے کہا کہ آپ نے یہ سلسلہ شروع کرایا تھا اور آپ ہی سُست اور ڈھیلے پڑ گئے ہو۔ احقر نے جواب میں عرض کیا کہ احقر کسی عارض اور عذر کی وجہ سے حاضری سے قاصر ہے لیکن آپ کو میں نے منع نہیں کیا۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے کیا یہ طریقہ مناسب تھا؟

۱؎ روٹی کے کنارے ضائع ہونے سے بچالیے جائیں تو کنارے الگ کر کے کھانے میں حرج نہیں۔ ہم طالبعلموں کا یہ معمول تھا کہ روٹی سے بچے ہوئے الگ شُدہ کنارے جمع کر لیتے تھے، اور خشک ہونے کے بعد میٹھے یا نمکین طریقے پر اُن کو دوبارہ قابلِ استعمال بنا کر کھا کرتے تھے، یا پھر چھان بُرا لینے کے لئے آنے والوں کو یہ کنارے دے دیئے جاتے تھے، اور یہ تفصیل حضرت رحمہ اللہ کے علم میں تھی، اس لیے کِنارے الگ کر کے کھانے کی اجازت بیان فرمائی، ورنہ کنارے چھوڑ کر ضائع کر دینا درست نہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سفرنامہ گورکھ پور کے واقعہ میں ہے کہ دورانِ سفر ایک موقعہ پر کھانا کھاتے وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے رُفقاء سے فرمایا کہ:

> کنارے خشک ہو گئے ہوں تو ان کو نہ کھاؤ اور ان خشک شدہ کناروں اور دیگر خشک ٹکڑوں کو دسترخوان میں باندھ کر ٹوکری میں رکھ لو کہ یہ گورکھ پور پہنچ کر منشی اکرام الحق صاحب کی بکری کو یا بلّی کو کھلا دیں گے۔
>
> سبحان اللہ تکبر اور اسراف سے کس قدر احتراز ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کو حقیر سمجھ کر پھینک نہیں دیا جیسا کہ آج کل کے تعلیم یافتہ کرتے ہیں (حسن العزیز ج۴ ص ۴۶، ملفوظات حکیم الامت ج ۲۰)

۲؎ یہ وہ زمانہ تھا جب عصر بعد کے علاوہ دوپہر کو اسباق اور کھانے سے فراغت کے بعد بھی احقر حضرت کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا، اس لیے حضرت نے احقر کو دوپہر کے وقت زبانی معلوم کرنے کا حکم فرمایا اور زبانی کلامی حضرت نے جو کچھ تفصیلاً اس سلسلہ میں ہدایت فرمائی اس کا خلاصہ اور لب لباب یہی تھا کہ طالب علم کا جو اصل مقصد ہے وہ حصولِ علم ہے اور اس کے لئے درسیات و اسباق میں مشغولی ضروری ہے اور کوئی دوسری غیر اہم چیز جب اس میں مُخل ہو تو اس سے بچنا ضروری ہوتا ہے، حضرت رحمہ اللہ کو جب کچھ کوتاہیوں کا احساس ہوا تو حضرت نے اس بزم میں شرکت کو پسند نہیں فرمایا، جس کے بعد احقر نے بزم میں شرکت ترک کر دی اور چند دنوں بعد احقر نے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں اس کی اطلاع اگلے معروضہ کی شکل میں عرض کی۔

ارشاد......جواب انسب ہے۔

عرض......مدرسہ میں غسل خانے بھی موجود ہیں لیکن وہ حجرے سے کچھ فاصلہ پر واقع ہیں اور حجرے کے سامنے باہر ٹونٹیاں بھی لگی ہوئی ہیں جن میں بہت سے طلبہ غسل وغیرہ کرتے ہیں۔تو اگر لنگی وغیرہ پہن کر ٹونٹیوں پر غسل کرلیا جائے تو کیسا ہے؟

ارشاد......غسلخانے میں موقع نہ ہو۔دیر تعلیم میں ہو، دیر نماز میں ہو تو ٹنکی (ٹونٹی) پر۔ [1]

عرض......احقر کے دل میں پہلے حسد وکینہ کے انبار لگے ہوئے تھے،اپنے ہم جماعت طلبۂ کرام کے متعلق احقر کبھی یہ نہیں چاہتا اور پسند کرتا تھا کہ دوسرے کی علمی استعداد میں ترقی ہو۔الحمدللہ تعالیٰ آپ والا کی تربیت کے زیرِ سایہ اس قبیح مرض میں زوال آیا۔الحمدللہ تعالیٰ یہ مرض غبطہ کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ دوسرے کی نعمت کے زوال کی فکر سے قطع نظر ہوکر اپنے اندر اس (محسود عنہ) کے مثل بلکہ اس سے زیادہ کمال پیدا کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہوا۔لیکن اب بھی کبھی اول وہلہ میں طبعاً حسد کا تقاضا پیدا ہوتا ہے تو ایسے وقت احقر فوراً توبہ کر کے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اور یہ خیال دل میں جماتا ہے کہ میرے اندر اولاً تو کمالات ہیں نہیں اور جو خوبیاں جزئی طور پر بحمد اللہ وبتوفیق اللہ حاصل ہیں، وہ بھی دوسرے یعنی محسود عنہ میں منتقل ہوجائیں۔اگرچہ اس طریق سے طبیعت پر بہت بار گزرتا ہے لیکن یہ طریقۂ علاج مفید ثابت ہوا کیا یہ طریقہ احقر کے حق میں مناسب ہے۔

ارشاد......مقصد مرض کا جانا ہے، جو طریق نافع ہو،اس کا استعمال طریقِ اسلم ہے، یہ جو استعمال کیا، نافع ہوا ٹھیک ہے۔ [2]

---

[1] آداب کا تقاضا تو یہی ہے کہ غسل خلوت والی جگہ میں کیا جائے، جہاں دوسرے کی نظر نہ پڑے، لیکن ستر والے حصہ کو کپڑے سے چھپا کر دوسروں کے سامنے غسل کرنا کیونکہ شرعاً گناہ نہیں اور مجبوری میں آداب کے خلاف ہونے میں کوئی حرج نہیں،اس لئے حضرت نے قیود کا لحاظ فرما کر اجازت مرحمت فرمائی۔

[2] تصوف وطریقت میں اصل چیز اخلاقِ حمیدہ کا اپنے اندر پیدا اوراس کے بعد راسخ ومضبوط کرنا اور اخلاقِ رذیلہ سے اپنے نفس کو بچانا، محفوظ کرنا اور عادی بنانا ہے،اس مقصد کے لئے جو طریقہ بھی مفید اور نافع ہو،اس کو اختیار کیا جاسکتا ہے،مگر اس طریقہ کے نافع ہونے نہ ہونے کا فیصلہ ایک ماہر معالج ہی کرسکتا ہے،جس طرح جسمانی بیماریوں کی بے شمار ادویات بازار میں دستیاب ہوتی ہیں،لیکن کون سے اور کس قسم کے مریض کے لئے کون سی دوا مفید ہے؟اس کا فیصلہ مریض کے لئے کرنا مشکل ہے بلکہ ماہر معالج سے اس کی تجویز یا تصدیق ضروری ہوتی ہے۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: مفتی محمد رضوان

❖ طلبہ پر بے جا سختی اور تشدُّد کے ناقابلِ تلافی نقصانات

علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون رحمہ اللہ مقدمہ ابنِ خلدون میں لکھتے ہیں:

''خوب یاد رکھیے! تعلیم کے سلسلے میں مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ...... مضر ہے خصوصاً چھوٹے چھوٹے بچوں کے حق میں، کیونکہ یہ استاد کی نااہلی اور غلط تعلیم کی نشانی ہے، جن (بچوں) کی نشو ونما ڈانٹ ڈپٹ اور قہر وتشدد سے ہوتی ہے خواہ وہ پڑھنے والے بچے ہوں یا لونڈی غلام ہوں یا نوکر چاکر ہوں، ان کے دل ودماغ پر استاد کا قہر ہی چھایا رہتا ہے، بیچاروں کی طبیعت بجھ کر رہ جاتی ہے، اُمنگ وحوصلہ پست ہوجاتا ہے، شوق ودلچسپی جاتی رہتی ہے، اور طبیعت میں سستی پیدا ہوجاتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو دماغ ہی معطل ہوکر رہ جاتا ہے اور سلب کا مادہ سلب ہوجاتا ہے۔ قہر وتشدد سے بچوں میں جھوٹ بولنے کی بھی عادت پڑجاتی ہے اور بدباطنی کی بھی، بچے ڈر کے مارے مار پیٹ سے بچنے کے لئے مکروفریب سے کام لینے لگتے ہیں، گویا قہر وتشدد بچوں کو مکروفریب جھوٹ اور دغابازی کی تعلیم دیتا ہے، اس طرح جب ان پر ایک زمانہ جھوٹ بولتے بولتے گذر جاتا ہے اور کچی عمر ہوتی ہی ہے تو یہ عیب ان کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتے ہیں اور سنجیدگی کی عمر میں بھی نہیں جاتے، نیز ایسے بچوں سے اجتماعی حیثیت سے انسانیت کی خوبیاں سلب (زائل وختم) ہوجاتی ہیں، یعنی حمیت، غیرت، خودداری، اپنی طرف سے اور اپنے گھروالوں کی طرف سے مدافعت۔ الغرض یہ تمام خوبیاں جاتی رہتی ہیں، اور دل مُردہ ہوجاتا ہے اور ایک قسم کی بزدلی پیدا ہوجاتی ہے، ایسے بچے ان تمام (خوبی والی) باتوں میں دوسروں کے محتاج ہوجاتے ہیں۔ بلکہ ان میں فضائل واخلاقِ جمیلہ حاصل کرنے کے جذبات سرد پڑجاتے ہیں اور وہ انسانی جوہر کھوکر اسفل السافلین میں جاگرتے ہیں۔ ہر اس قوم کا بھی یہی حال ہوتا ہے جو دوسری قوم کے قہر وتسلط کی مٹھی میں آجاتی ہیں اور جور وستم کا شکار رہنے لگتی ہے۔ ظلم وتشدد وہی کرتا ہے جو مغلوب الغضب (غصے کا تابعدار) ہوتا ہے، اپنے غصہ پر قابو نہیں پاتا اور اس میں اتنی علمی مہارت نہیں ہوتی کہ صحیح طریقے سے

سمجھا سکے۔جب تم اس قسم کے اساتذہ کا تتبع (تلاش) کروگے تو ان سب میں یہی عیب کارفرما نظر آئیں گے، یہودیوں پر غور کرو اور ان کی بداخلاقیوں پر بھی، جو ان میں پائی جاتی ہیں حتیٰ کہ ان میں لوگ دنیا کے ہر گوشے میں اور ہر زمانے میں خباثتِ نفس اور مکروفریب میں مشہور ہیں اس کا سبب وہی حقیقت ہے جو ہم نے تمہارے سامنے رکھی ہے، اس لئے استاذ کو طلبہ پر اور والدین کو اولاد پر حد سے زیادہ سختی نہیں کرنی چاہیے‘‘ (مقدمہ ابنِ خلدون، حصہ دوم، صفحہ۵۱۰، ۵۱۱، چھٹا باب، فصل نمبر۳۲، ترجمہ اُردو: مولانا راغب رحمانی دہلوی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی نمبر۱، طباعتِ اول، اپریل ۱۹۷۰عیسوی)

معلوم ہوا کہ سختی اور ضربِ شدید سے طرح طرح کی باطنی بیماریوں اور گناہوں کی عادت پڑ جاتی ہے اور اصلاح کے بجائے بچہ میں زندگی بھر کے لئے فساد و بگاڑ کا روگ پیدا ہو جاتا ہے جس سے بچہ خود تو گویا کہ روحانی موت مَر ہی جاتا ہے، ساتھ ہی معاشرے کے لئے بھی طرح طرح کی خرابیوں کا باعث ہوتا ہے۔

اتنے بڑے مؤرخ اور احوالِ زمانہ سے واقف ایک عالمِ دین کے واضح اور بالکل صریح کلام پر یقیناً اہلِ علم حضرات غور فرمائیں گے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر اولاد یا طالبِ علم کی سخت مار پٹائی کے بغیر اصلاح نہ ہوتی ہو تب بھی سخت مار پٹائی کی اجازت نہیں۔

فان قیل :اذاکان الصبی لایصلحه الاالضرب المبرح فهل یجوز ضربهٗ تحصیلاًلمصلحة تادیبه ؟قلنالایجوزذالک بل یجوز ان یضربه ضرباً غیرمبرح ،لان الضرب الذی لایبرح مفسد،وانما جاز لکونهٖ وسیلة الیٰ مصلحة التادیب ،فاذالم یحصل التادیب سقط الضرب الخفیف، کمایسقط الضرب الشدید،لان الوسائل تسقط بسقوط المقاصد،فان قیل اذاکان المعزرالبالغ لایرتدع عن معصیة الابتعزیرمبرح فهل یلحق بالصبی؟ قلنالایلحق به بل نعزرهٗ تعزیراًغیرمبرح ونحبسه مدة یرجی فیهاصلاحه

(قواعد الاحکام فی مصالح الانام ،لعزالدین عبدالعزیزبن عبدالسلام الشافعی ،الجزء الاول ، فصل فی اجتماع المصالح مع المفاسد)

ترجمہ: اگر کہا جائے کہ جب بچے کی ضربِ شدید کے بغیر اصلاح نہ ہوتی ہو تو کیا اس کی اصلاح کی مصلحت کی خاطر اُس کو ضربِ شدید کے ساتھ مارنا جائز ہوگا؟

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ جائز نہیں ہوگا، بلکہ اس صورت میں بھی ہلکی پھلکی ضرب کی اجازت ہوگی، کیونکہ ضربِ شدید فاسد اور ناجائز ہے، البتہ اصلاح کی خاطر صرف وسیلہ اور ذریعہ کے طور پر جائز ہوتی ہے اور جب اصلاح نہ ہو رہی ہو تو ہلکی پُھلکی ضرب بھی ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ ضربِ شدید ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وسائل مقاصد کے حاصل نہ ہونے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ جب سزا دیے جانے والا بچہ بالغ ہو اور وہ سخت سزا کے بغیر گناہ سے باز نہ آتا ہو تو کیا اس کو بھی چھوٹے بچے کا حکم حاصل ہوگا؟ ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ نہیں بلکہ ہم اس کو سزا دیں گے، لیکن وہ سزا شدید اور سخت نہ ہوگی، اور ہم اسے اتنی مدت تک قید و بند میں رکھیں گے، جس سے اس کی اصلاح کی امید ہو۔

ضربِ مبرّح یعنی شدید اور سخت مارپٹائی کسے کہتے ہیں؟

رہا یہ کہ سخت مار پٹائی اور ضربِ شدید کسے کہا جاتا ہے، اس سلسلہ میں فقہائے کرام و مفسّرین عظام کے اقوال ملاحظہ ہوں:

قرآن مجید کی وہ آیت جس میں بیویوں کو ضرورت کے وقت "وَاضْرِبُوْهُنَّ" کے الفاظ سے شوہر کو مار پیٹ کی اجازت دی گئی ہے اس کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر قرطبی میں ہے:

والضرب فی هٰذه الآية هو ضرب الادب غير المبرح وهو الذی لايكسر عظماً ولا يشين جارحة كاللكزة ونحوها فان المقصود منه الصلاح لاغير فلاجرم اذا ادى الى الهلاک وجب الضمان وكذالک القول فی ضرب المؤدب غلامه لتعليم القرآن والادب (تفسیر قرطبی، جلد۵ صفحه ۱۶۵، سورة نساء آیت ۳۴)

ترجمہ: اس آیت میں مار پیٹ سے مراد اصلاح اور ادب دینے والی مار پیٹ ہے، جو کہ شدید نہ ہو اور وہ ایسی مار ہے جس سے ہڈی نہ ٹوٹے، زخم نہ ہو، جیسا کہ مُکّا گھونسا وغیرہ مارنا، اس لئے کہ مقصود اس سے اصلاح ہے، کچھ اور نہیں، لہٰذا یہ بات یقینی ہے کہ جو مار پٹائی ہلاکت تک پہنچا دے تو مارنے والے پر تاوان لازم ہوگا، اور یہی معاملہ بچہ کو قرآن مجید کی تعلیم دینے اور اصلاح کرنے والے معلّم اور مربّی کا بھی ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لیس لہٗ ان یضربھا للتادیب ضرباً فاحشاً وھو الذی یکسر العظم اویخرق الجلد اویسودہٗ کمافی التتارخانیة. قال فی البحر وصرحوا بانہٗ اذاضربھا بغیر حق وجب علیہ التعزیر اھ. ای وان لم یکن فاحشاً (ردالمحتار جلد ۴، کتاب الحدود، باب التعزیر)

ترجمہ: جائز نہیں ہے کہ ادب دینے کی غرض سے عورت کو شدید حد تک زدوکوب کرے، شدید زدوکوب سے مراد اس طرح مارنا ہے کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے یا کھال سیاہ ہوجائے، البحرالرائق میں فرمایا کہ فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر عورت کو بلا کسی معقول وجہ کے مارا تو مارنے والے شوہر کو اس کی سزا دی جائے گی اگرچہ اس نے سخت مار پٹائی نہ بھی کی ہو۔

تبیین الحقائق میں ہے:

لان الضرب علی الفرج متلف وعلی الرأس سبب لزوال الحواس کالسمع والبصر والشم والفھم وکذاعلی الوجہ وھومجمع المحاسن ایضاً فلایؤمن ذھابھا فیکون اھلاً کامن وجہ فلایشرع (تبیین الحقائق، جلد ۳، کتاب الحدود)

ترجمہ: شرمگاہ پر مارنا اس لئے جائز نہیں کہ اس جگہ مارنے سے ہلاکت کا خوف ہے اور سر پر مارنا اس لئے منع ہے کہ اس کی وجہ سے سُننے، دیکھنے، سونگھنے اور سمجھنے کے حواس معطل اور زائل ہونے کا ڈر ہے اور اسی طرح چہرے پر مارنا بھی ممنوع ہے کیونکہ چہرہ محاسن کا مظہر بھی ہے تو اس پر مارنے سے محاسن کے ضائع اور تلف ہونے کا خوف ہے، لہٰذا ان مقامات پر مارنا ایک طرح سے ہلاکت میں ڈالنا ہے، لہٰذا شریعت نے اس کو روا نہیں رکھا۔

تفسیر خازن میں ہے:

یعنی ضرباً غیر مبرح ولاشائن قیل ھو ان یضربھا بالسواک ونحوہ (تفسیر خازن، جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

یعنی غیر شدید مار مارے، زخم ڈالنے والی نہ ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غیر شدید مار یہ ہے کہ مثلاً مسواک یا اس جیسی کسی دوسری چیز سے مارے۔

ولیتق الوجہ لانہٗ مجمع المحاسن (تفسیر خازن، جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

ترجمہ: چہرے پر مارنے سے پرہیز کرے کیونکہ وہ محاسن کا مظہر ہے۔

وقیل ینبغی ان یکون الضرب بالمندیل والیدولایضرب بالسواط والعصاء (تفسیر خازن، جلد ۱ صفحہ ۳۷۵)

Idara Ghufran

ترجمہ: بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ہاتھ اور رومال سے مارے، ڈنڈے اور کوڑے سے نہ مارے

کشاف القناع میں ہے:

وقیل یضربهابدرة اومخراق وهومندیل ملفوف لابسوط ولابخشب ،لان المقصود التادیب وزجرهافیبدء فیه بالاسهل فالاسهل (کشاف القناع عن متن الاقناع،جلد۵،فصل النشوز)

ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رومال لپیٹ کراس سے مارا جائے ،کوڑے اور ڈنڈے سے نہ مارا جائے ، کیونکہ مار پیٹ کا مقصد دوسرے کی اصلاح کرنا اور دوسرے کو غلطی پر متنبہ وآگاہ کرنا اور غلطی کا احساس دلانا ہے، لہٰذا اصلاح اور تنبیہ کے معاملہ میں سہل سے سہل تر پہلو سے آغاز کیا جانا چاہیے۔

علامہ محمد بن عبداللہ خرشی مالکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

غیرمبرح وهوالذی لایکسرعظماولایشین جارحة (شرح مختصرخلیل للخرشی،جلد۴،احکام النشوز)

ترجمہ: ہلکی پھلکی ضرب وہ ہے جس میں ہڈی نہ ٹوٹے اور زخم نہ ہو۔

فقہ حنبلی کی کتاب غذاءالالباب میں ہے:

ضرباًغیرمبرح ای غیرشدیدیفرقهٗ علیٰ بدنهاویجتنب الوجه والبطن والمواضع المخوفة والمستحسنة (غذاء الالباب فی شرح منظومة الآداب جلد۲ ،مطلب فی ضرب الرجل زوجته تادیباًلها)

ترجمہ: ضربِ غیرمبرح یعنی غیر شدید ضرب بدن کے مختلف حصوں پر ہونی چاہیے اور چہرے اور پیٹ اور اُن اعضاء پر نہیں ہونی چاہیے جن سے موت کا خوف ہوتا ہے اور نہ مستحسن اعضاء مثلاً چہرے پر۔

درر الحکام میں ہے:

وکذاالمعلم اذاضرب الصبی ضرباًفاحشاًیعزر، کذافی مجمع الفتاویٰ (درر الحکام ،شرح غرر الحکام جلد۲ ،فصل التعزیر، کتاب الحدود)

ترجمہ: اور اسی طرح مُعلّم اگر بچہ کو ضربِ فاحش یعنی سخت مار پٹائی کرے گا تو اس کو اس کی سزا دی جائے گی، مجمع الفتاویٰ میں اسی طرح ہے۔

منحۃ الخالق میں ہے:

لوضرب المعلم الصبی ضرباًفاحشاًفانهٗ یعزرویضمنهٗ لومات (منحة الخالق علی

البحر جلد ۵ ص ۴۹، فصل التعزیر آخر)

ترجمہ: اگر مُعلِّم بچہ کو ضربِ فاحش یعنی سخت اور بے جا مار پٹائی کرے گا تو مُعلِّم کو اس کی سزا دی جائے گی، اور خدانخواستہ بچہ اس مار پیٹ کی وجہ سے فوت ہوگیا تو مُعلِّم پر اس کا تاوان (ڈنڈ) لازم ہوگا۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ چہرے پر مارنا، ایک ہی مقام پر مسلسل مارنا یا اس طرح مارنا کہ جسم پر نشان پڑ جائے یا جلد سیاہ ہوجائے یا چمڑی پھٹ جائے اور خون نکل آئے یا ہڈی ٹوٹ جائے یا کوڑے اور ڈنڈے سے مارنا اور پیٹ سینہ، دماغ اور جسم کے ایسے حصوں پر مارنا جو طبی اعتبار سے خاص نزاکت کے حامل ہوں یہ سب ضربِ شدید میں داخل اور ناجائز و گناہ ہیں، خواہ نیک نیتی و اصلاح کی خاطر ہی یہ عمل کیوں نہ کیا جائے اور ایسی سخت مار پٹائی کرنے والے استاد و معلم کو سزا جاری کی جائے گی، اور خدانخواستہ سخت مار پٹائی سے کسی کی جان چلی جائے تو استاد و معلم اس کا ضامن و ذمہ دار ہوگا۔

محترم اساتذۂ کرام کی خدمت میں گزارش

آخر میں معزز و محترم اساتذۂ کرام و معلّم حضرات کی خدمت میں درخواست و گزارش ہے کہ بے شک سخت مار پٹائی سے کچھ عارضی و نقدی فوائد اور مصالح محسوس کئے جاسکتے ہیں، مثلاً وقتی طور پر بچہ اس کو برداشت کر لیتا ہے اور ڈر کے مارے سبق یاد کر لیتا ہے اور مار پٹائی کے ڈر کی وجہ سے مطیع و فرمانبردار اور تابعدار نظر آتا اور محسوس ہوتا ہے۔ اس قسم کے وقتی و نقدی فوائد و مصالح کو دیکھ کر معلّم حضرات اس سلسلہ میں کسی کی سننے کے لئے تیار نہیں، لیکن انہیں غور کرنا چاہیے کہ کیا کسی مصلحت اور فائدہ کی خاطر ''جب کہ وہ بھی عارضی اور وقتی ہو'' کوئی گناہ کا کام جائز ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ورنہ تو کتنے گناہ ایسے ہیں کہ جن میں کچھ عارضی و نقدی فوائد حاصل ہوجاتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ گناہ ہیں اور ان کا کرنا جائز نہیں۔ تعلیم و تعلّم کا اصل مقصد رضائے الٰہی ہے، اگر یہ کام کوئی گناہ کر کے کیا گیا تو رضائے الٰہی کیسے حاصل ہوگی، اور اس عارضی و نقدی فائدہ و مصلحت کا کیا فائدہ جس سے بچہ کا مستقبل تباہ ہوجائے، اگر کوئی بچہ حافظِ قرآن یا عالمِ دین بن بھی گیا، مگر انسانیت کے جوہر کھو بیٹھا اور زندگی بھر کے لئے بُری عادتوں اور خصلتوں میں مبتلا ہوگیا، تو اس کا حافظِ قرآن یا عالمِ دین بننا اس کی اپنی نجات کے لئے اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے کافی نہ ہوگا، جتنی ضرورت کسی کو حافظِ قرآن یا عالمِ دین بنانے کی ہے اس سے زیادہ ضرورت اس کو زندگی بھر کی بُری عادات اور خصلتوں سے بچانے کی ہے، اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائیں اور شریعت کے مقابلہ میں نفسانی و شیطانی تاویلات سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

علم کے مینار :مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ......(قسط ٨)

دوسرا تعلیمی دور

نویں صدی ہجری کے آخر میں اسلامی ہندوستان کے تعلیمی حلقوں اور علمی درسگاہوں میں ایک واضح تبدیلی آنا شروع ہوگئی، اور یہ سلسلہ پھر آگے بڑھتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ ایک صدی بعد مغل ایمپائر کے عہد میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی ہندوستان فلسفہ وحکمت اور منطق وکلام کے غلغلوں سے گونجنے لگا، ساتویں صدی سے نویں صدیں تک ہند کی وہی درسگاہیں جن کا سرمایہ منطق میں قطبیؔ (شرح شمسیہ) اور علمِ کلام میں شرح صحائفؔ تھا اب وہاں سکاکیؔ کی مفتاحؔ العلوم قاضی عضدؔ کی مطالعؔ اور مواقف کے چرچے ہیں، اور پھر ان اصل کتابوں سے بھی پیاس نہ بجھی تو ان کی شروحات شرح مطالعؔ، جرجانی [1] کی شرح مواقف، ملا جامیؔ کی شرح جامیؔ، تفتازانیؔ کی مختصرؔ اور مطولؔ وغیرہ سے درسگاہیں گونجنے لگیں۔

---

[1] میر سید شریف جرجانی (اصل نام علی تھا) ولادت ٧٤٠ھ، وفات ٧٦ سال کی عمر میں ٨١٦ھ کو ہوئی، جرجان کے تھے، جو خراسان کا علاقہ ہے، شرح مطالع اور قطبی (شرح شمیہ) جو کہ منطق وفلسفہ میں بہت ہی معروف، متداول نصابی کتابیں رہی رہیں، یہ کتابیں پڑھنے کے لئے آپ خود ان کتابوں کے مصنف قطب الدین رازی کی خدمت میں گئے جن کی عمر اس وقت ١٠٠ سال تک پہنچ چکی تھی، اور ضعیف ہو چکے تھے (وفات ان کی ٧٦٦ھ میں ہوئی) انہوں نے میر صاحب کے شوق کو دیکھتے ہوئے آپ کو مصر میں اپنے شاگرد فی الدرس علامہ مبارک شاہ کے پاس بھیجا، میر صاحب نے ان دونوں کتابوں کے علاوہ مواقف بھی مبارک شاہ سے پڑھی، مواقف (علم الکلام میں) اور مطالع (منطق وفلسفہ میں) قاضی عضد کی کتابیں ہیں، یہ قاضی عضد قطب الدین رازی (جن کا ابھی ذکر ہوا) کے استادوں میں سے ہیں، قطب الدین رازی کی شرح مطالع قاضی عضد کی کتاب مطالع کی شرح ہے اور قاضی عضد کی دوسری کتاب مواقف پر خود میر شریف جرجانی نے شرح لکھی شرح مواقف۔ اس تفصیل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قاضی عضد، قطب الدین رازی اور میر سید شریف جرجانی ایک ہی لڑی میں اور آگے پیچھے گذرے ہیں، ہر ایک کا زمانہ دوسرے سے ملا ہوا ہے، اور تینوں باکمال، متبحر اور صاحبِ تصانیف عالم ہیں اور جامع الفنون ہیں، تینوں کی تصانیف ان کے زمانے میں ہی مقبولیت کے اس مقام تک پہنچیں کہ نصاب کا جزء بنیں اور ہمیشہ پھر ان کی یہی نصابی حیثیت باقی رہی، خصوصاً برصغیر پاک وہند اور افغانستان وغیرہ میں تو ان کتب میں سے اکثر آج بھی درسِ نظامی کی صورت میں نصاب میں شامل ہیں، قطب الدین رازی کی شرح شمسیہ کے بارے میں ذکر ہو چکا کہ تصنیف ہونے کے بعد یہ ہندوستان کے پہلے تعلیمی دور میں ہی یہاں کے درسیات کا حصہ بنی اور دوسرے دور تک منطق میں اکیلے یہی کتاب یہاں نصابی حیثیت سے پڑھائی جاتی رہی، قطبی کے نام سے یہ کتاب ابھی تک درسِ نظامی میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے، قطب الدین رازی کی اور بھی کئی کتابیں ہیں، ایک ان میں سے معرکۃ الاراء کتاب محاکمات شرح اشارات ہے، جو الاشارات والتنبیہات بوعلی سینا کی مشہور کتاب کی شرح ہے، بوعلی سینا کی اس اشارات پر محقق نصیر الدین طوسی اور امام فخر الدین رازی نے بھی ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر﴾

ان علمی اور نصابی تبدیلیوں میں حکومتی اثرات اور رجحانات کی بھی تاریخ واضح خبر دیتی ہے، کہ لودھی سلطنت کے بانی سلطان بہلول لودھی جس نے اپنے عزم وہمت، قائدانہ صفات اور شاہانہ خصائل سے تیمور لنگ [1] کے ہاتھوں تباہ ہوجانے والی اور طوائف الملوکی، افراتفری وانتشار کا شکار ہوجانے والی عظیم اسلامی

﴿حاشیہ پیچھے سے مسلسل﴾ شروحات لکھیں تھیں اور ابنِ سینا کی کئی تحقیقات پر ان دونوں نے جرح بھی کی ہے، قطب الدین رازی نے محاکمات میں ان اعتراضات کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا ہے، تفسیرِ کشاف پر بھی سورۃ طٰہٰ تک قطب الدین رازی نے حاشیہ لکھا ہے۔ اور میر سید شریف جرجانی کی ہر علم وفن پر بکثرت کتابیں ہیں، ہندوستانی درسیات کے دوسرے دور میں میر کے شاگردوں نے ان کی کئی کتابوں کو یہاں رواج دیا، اور پھر وہ مستقل نصاب کا حصہ بنتی چلی گئیں، جن میں مبتدئانہ کتابیں بھی ہیں، اور منتہیانہ بھی، چند معروف نصابی کتابیں جو آج بھی ہمارے نصاب کی زینت ہیں (اگرچہ آہستہ آہستہ اکثر ان میں سے متروک ہوتی چلی جارہی ہیں) یہ ہیں: نحو میر علم النحو میں، صرف میر علم الصرف میں، میر قطبی منطق میں یہ قطبی کا حاشیہ ہے لیکن ایک مستقل محققانہ حیثیت رکھتی ہے، ان کے علاوہ شرح مطالع پر حاشیہ، نیز شرح وقایہ، شرح حکمۃ العین، شرح رضی، رسالہ عضدیہ، عوارف المعارف (تصوف) مطول، مشکوٰۃ (حدیث) ہدایہ (فقہ) شرح تجرید وغیرہ، کتابوں پر آپ کے حاشیے ہیں، میراث میں سراجی کی شرح شریفیہ، شرح چغمینی، منطق میں صغریٰ اور کبریٰ، التعریفات (لغت واصطلاحات میں) وغیرہ متعدد تحقیقی کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں، ۷۸۹ھ میں جب تیمور لنگ نے شیراز فتح کیا تو میر سید شریف کو اپنے ساتھ ثمر قند لے گیا، ثمر قند میں علامہ تفتازانی صدر الصدور تھے اور تیموری دربار کے صاحبِ اقتدار عالم تھے، میر صاحب کی طرح تفتازانی بھی بڑے باکمال، جامع الفنون، متبحر عالم تھے، مطول اور مختصر المعانی علم ادب میں آپ کی شاہکار نصابی کتابیں ہیں، شرح عقائد (علم الکلام) تلویح (اصولِ فقہ) اور تہذیب (منطق) بھی آپ کی ایسی کتابیں ہیں جو آج تک نصاب کا حصہ ہیں، یہ پانچ کتابیں آپ کی صدیوں سے برصغیر کے نصاب میں شامل چلی آرہی ہیں، اسی طرح اور بہت سی محققانہ کتابیں مختلف علوم وفنون پر آپ کی یادگار ہیں جن میں اہم علم الکلام میں مقاصد اور شرح مقاصد، شرح تصریف (علم الصرف میں) الارشاد اور شرح مفتاح العلوم وغیرہ ہیں، آپ قاضی عضد اور قطب الدین رازی دونوں کے شاگرد ہیں، تیمور لنگ کی سلطنت میں سب سے اونچا مقام رکھتے تھے اور خود تیمور کے لئے سرمایۂ فخر تھے، تیمور نے کسی موقعہ پر کہا تھا کہ اس کے قلم نے میری تلوار سے پہلے شہروں اور علاقوں کو فتح کرلیا، تیموری دربار میں آپ کے اور میر سید شریف دونوں کے مناظرے بھی ہوتے رہتے تھے، جن کا حال کشف الظنون میں لکھا ہے، آپ کی وفات ۷۹۲ھ میں ہوئی۔

ملا عبدالرحمٰن جامی کی پیدائش ۸۱۷ھ میں ہوئی، آپ کے والد کا وطن اصفہان (ایران) تھا، پھر خراسان کے ایک قصبہ جامؔ میں منتقل ہوگئے تھے، آپ نے میر سید شریف اور علامہ تفتازانی کے براہِ راست شاگردوں سے تعلیم حاصل کی، وفات آپ کی ۸۹۸ھ میں ہرات میں ہوئی، یہیں مدفون ہیں، آپ کی ہر علم وفن میں تصانیف کی تعداد ۵۴ تک پہنچتی ہے، جن میں سے کافیہ کی شرح جو شرح جامی کے نام سے معروف ہے، آج تک درسِ نظامی میں داخلِ درس ہے، آپ کا زیادہ نام اور کام تصوف کے میدان میں روشن ہوا، سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے ہیں خواجہ عبیداللہ احرار جامی جیسے امامِ زمانہ سے بیعت تھے، تصوف میں نفحات الانس آپ کی ایسی تصنیف ہے جو سلسلہ نقشبندیہ میں نصابی حیثیت رکھتی تھی، ابنِ عربی کی فصوص پر آپ کی شرح بھی ہے، فارسی ادب میں یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنون آپ کی یادگار اور شاہکار کتابیں ہیں۔

[1] تیمور کا حملہ ہندوستان پر ۸۰۰ھ میں ہوا اس وقت ملک طوائف الملوکی اور انتشار کا شکار تھا، ۷۹۰ھ میں سلطان فیروز شاہ کے مرنے کے بعد کوئی مرکزی مضبوط حکومت نہیں رہی تھی، اس موقعہ سے تیمور نے فائدہ اٹھایا، تیمور آندھی اور طوفان کی طرح آیا اور ہر جگہ تباہی اور قتل وغارت گری کر کے چلتا بنا، اس کے بعد بھی وہی انتشار اور لاقانونیت کا دور رہا، ۸۱۷ھ میں سید خاندان نے کاروبارِ حکومت سنبھالا، ان کا دور ۸۵۵ھ تک ہے، ۸۵۵ھ سے بہلول لودھی نے ایک مضبوط حکومت قائم کی، جو ۹۳۲ھ میں مغل بابر کے ہاتھوں پانی پت کے میدان میں سلطان ابراہیم لودھی کی شکست اور قتل ہونے پر اختتام پذیر ہوئی، اور اس دن سے پھر تقریباً ساڑھے تین سو سال تک کے لئے مغلوں کا دور رہا، جن کے دورِ عروج میں اکبر اور عالمگیر کی طرح اولوالعزم بادشاہ بھی ہوئے اور دورِ زوال میں رنگیلا اور بہادر شاہ ظفر کی طرح نام کے بادشاہ بھی ہوئے، تا آنکہ ۱۸۵۷ء میں برطانیہ کا پورا پورا تسلط ہوگیا۔ **رہے نام اللہ کا**

سلطنت ہند کے مردہ جسم میں نئی روح پھونکی تھی اور اپنے اڑتیس سالہ دور میں ساری بغاوتیں اور چھوٹے چھوٹے حاکموں کی علاقائی مطلق العنانیاں ختم کر کے ہندوستان بھر کو ایک مرکزیت عطا کی، اور ایک مضبوط وخود مختار سلطنت قائم کی، ۸۹۴ھ میں بہلول کی وفات پر اس کا بیٹا سلطان سکندر لودھی [1] تخت پر بیٹھا اس کا زمانہ ۹۲۳ھ تک تقریباً تیس سال پر مشتمل ہے، اس بادشاہ کے جو سیاسی کارنامے ہیں یا انتظامی خصوصیات ہیں ان سے قطع نظر اس کی علمی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے عہد میں ہونے والی تعلیمی تبدیلیوں پر اس کے براہِ راست گہرے اثرات ہیں، سکندر لودھی کی اجلی سیرت اور اس کی علم دوستی اور اس کے اچھے دورِ حکومت کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ''اخبار الاخیار'' میں یہ شہادت کافی ہے:

''دولت سکندر زمان صلاح وتقویٰ ودیانت وامانت وعلم ووقار بود، وراباعلماء وصلحاء واکابر واشراف میلے عظیم شد'' (بحوالہ نظامِ تعلیم صفحہ نمبر ۱۸۹)

سکندر لودھی نے مملکتِ ہند میں جب علوم وفنون کی ترقی اور تعلیم وتدریس کی زیادہ سے زیادہ ترویج واشاعت کی طرف توجہ کی تو اس کی بلند ہمتی اس بات کی متقاضی ہوئی اور اس طرف مائل ہوئی کہ پورے عالمِ اسلام سے، عرب وعجم سے باکمال اہلِ علم کو ہندوستان بلایا جائے اور ان کے علم وفیض سے یہاں کی درسگاہوں کی رونق بڑھائی جائے، چنانچہ اس طرح بہت سے علماء وفضلاء کو سرکاری اہتمام سے جمع کیا گیا اور جب اس خطہ میں علم وفن کی حکومتی سطح پر یہ قدردانی دیکھی (اور عوامی ومعاشرتی سطح پر تو ویسے بھی علم وفضل کی بہت قدردانی تھی) تو از خود بھی ملک ملک کے علماء وفضلاء اور ماہرینِ فنون ہندوستان پہنچنا شروع ہوئے، ویسے تو اس سے پہلے کی تاریخ میں بھی دنیائے اسلام کے علماء کی ہندوستان میں ہمیشہ آمدورفت رہی، لیکن ان میں بہت سے ایسے ہوتے تھے جو مستقل یہاں رہ بس جانے کے لئے نہیں آتے تھے، اس لئے ایک عرصہ میں واپس چلے جاتے تھے، جبکہ سکندر لودھی نے اس بات کا بھی اہتمام وانتظام کیا کہ یہاں

---

[1] فرشتہ نے اپنی تاریخ میں سکندر کے والد بہلول لودھی کے خاندان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ افغان (پٹھان) لوگ تھے جو تجارت کے سلسلہ میں ہندوستان آمدورفت رکھتے تھے، بہلول کا دادا ملک بہرام فیروز شاہ تغلق (عہدِ حکومت ۷۵۲ھ تا ۷۹۰) کے عہد میں ملتان آیا تھا اور یہاں کی حکومت میں ملازم ہوگیا اس کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کو ملتان کے حاکم حضر خان نے ایک کارنامہ پر اسلام خان کا خطاب دیا، بہلول لودھی کی پرورش وتربیت اسی اسلام خان نے کی تھی یہ بہلول کا چچا تھا، بہلول لودھی جو بعد میں اپنی صلاحیتوں سے ہندوستان کا بادشاہ بنا اور لودھی سلطنت کا بانی ہوا اس کا والد اس کی پیدائش سے پہلے ہی ایک جنگ میں مارا گیا اور اس کی ماں بھی اس کی پیدائش سے پہلے فوت ہوگئی تھی، ماں کا پیٹ چاک کر کے اس جنین کو زندہ نکالا گیا، جو مستقبل میں ہندوستان کا تاجدار بننے والا تھا۔

آنے والے اہلِ فضل وکمال پھر یہاں سے واپس نہ جائیں یہیں رہ بس جائیں،اس کے لئے متعلقہ تقاضے اور ضروریات پورے کئے گئے،اخبارالاخیار میں ہے:

''لہٰذا از اکناف عالم از عرب وعجم بعضے بہ سابقہ استدعا وطلب وبعضے بےاں درعہدِ دولت اوتشریفِ آوردہ توطن ایں دیار اختیار کردند'' (صفحہ نمبر ۲۲۷،نظامِ تعلیم صفحہ نمبر ۱۸۹)

سلطان سکندرلودھی کی تعریف میں شیخ محدث کے قلم سے اخبارالاخیار کے صفحات پر یہ جملہ بھی نقل وثبت ہوا ہے:

''بالحقیقہ محامدزمانِ سلطنت آں سلطان سعادت نشان از حدتقریروتحریر خارج است''

سلطان سکندرلودھی کی علمی قدردانیوں ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ ہندوستان کے سلاطینِ اسلام میں یہ فخر پہلی دفعہ اسے ہی حاصل ہوا کہ ہندوؤں نے سب سے پہلے اس کے زمانے میں شاہی ترغیب پر فارسی کی طرف توجہ کی اور مسلمانوں کے علوم حاصل کرنے شروع کئے،سکندر چاہتا تھا کہ انتظامی عہدوں پر ہندو بھی آئیں اور ملکی،انتظامی خدمات میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ حصہ لیں چونکہ دفتری وانتظامی امور میں سب فارسی رائج تھی اس لئے ہندوؤں کو فارسی تعلیم دینا ضروری ہوا،اس غرض سے سلطان نے پہلے برہمنوں سے درخواست کی کہ فارسی سیکھیں انہوں نے انکار کیا،پھر چھتریوں کو پیشکش کی انہوں نے کہا کہ ہم سپہ گری کا مشغلہ رکھتے ہیں اہلِ قلم نہ بنیں گے،اس کے بعد ویش طبقہ کو دعوت دی انہوں نے تجارت پیشہ ہونے کا عذر کیا آخر کار کایستھوں نے یہ پیشکش قبول کی اور تھوڑے ہی زمانے میں ایسی مہارت حاصل کی کہ وہ مسلمانوں کے علوم کا درس دینے لگے اور سلطنت کے بڑے بڑے عہدے ان کو ملے،تاریخِ ملت میں کلکتہ ریونیو سے مسٹر بلاک مین کا یہ حوالہ نقل کیا گیا ہے:

''ہندوؤں نے سولہویں صدی عیسوی (دسویں صدی ہجری) سے فارسی کی طرف ایسی توجہ کی کہ ایک صدی گزرنے سے قبل وہ اس زبان میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے'' (جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۶۰۸)

سلطان سکندر کے عہد میں تصنیفی کام بھی بہت کثرت سے ہوا جس میں خود بادشاہ اور اس کے وزراء کے ذوق اور دلچسپی کو بھی دخل تھا۔فنِ طب میں سنسکرت زبان میں ارکرمہاویدک بہت اہم اور مشہور کتاب تھی اس کا فارسی ترجمہ اسی عہد میں طبِ سکندری کے نام سے ہوا اور بعد میں اطباءِ ہند اس سے فائدہ اٹھانے لگے (تاریخِ داؤدی)

مساجد بھی اس بادشاہ نے بہت کثرت سے تعمیر کرائیں،ہر مسجد میں واعظ (خطیب) معلم اور خادم کا انتظام سرکاری طور پر کیا،بادشاہ نمازِ ظہر ادا کر کے علماء کی مجلس میں جاتا،رات کو بہت کم سوتا تھا،بڑے جید اور صاحبِ کمال علماء سترہ کی تعداد میں خلوت میں بھی اس کے ساتھ ہوتے،رات گئے تک وہ ان علماء سے

مذہبی احکام پوچھتا اور راہنمائی حاصل کرتا اس کے بعد رات کا کھانا کھاتا یہ معمول اس کا آخری وقت تک جاری رہا، اس بادشاہ کی ایک نمایاں صفت شاہانہ کروفر کی بجائے سادگی بھی تھی۔

چوں فقر در لباس شاہی آمد زتدبیر عبید اللّٰہی آمد

سلطان سکندر لودھی کے زمانے میں علمی خدمات اور تدریسی ضروریات کے تحت باہر سے جو علماء آئے ان میں دو بہت ممتاز نام شیخ عبداللہ اور شیخ عزیز اللہ کے ہیں، درحقیقت اس عہد میں درسیات میں جو تعلیمی انقلاب آیا ہے اور نصابی تبدیلیاں ہوئی ہیں اس میں عملی اعتبار سے ان دو علماء کا بہت زیادہ دخل ہے۔

بدایونی مؤرخ ان ممتاز علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیخ عبداللہ اور شیخ عزیز اللہ بڑے پائے کے فاضل تھے، جب ملتان تباہ ہوا تو یہ دہلی کی طرف آئے اور چالیس علماء (مثلاً جمال خان دہلوی، شیخ لودھی، سید جلال الدین بدایونی وغیرہ) شیخ عبداللہ کی درسگاہ سے فارغ التحصیل ہوکر اشاعتِ علوم کا باعث ہوئے، ہندوستان میں علومِ معقول (منطق، فلسفہ وحکمت اور علمِ کلام وفنِ مناظرہ وغیرہ) کا رواج شیخ عبداللہ کے وقت سے ہوا، ورنہ اس سے قبل منطق وکلام میں صرف شرح شمسیہ (قطبی) اور شرح صحائف پڑھائی جاتی تھی" (تاریخِ ملت جلد نمبر ۳ صفحہ ن، بر ۶۰۷)

شیخ عبداللہ کا حلقہ درس دہلی میں قائم ہوا اور شیخ عزیز اللہ نے سنبھل میں حلقہ درس لگایا، شیخ عبداللہ کے درس میں بادشاہ بھی حاضر ہوتا اور آ کر پیچھے ایک طرف چپ چاپ بیٹھ جاتا، بادشاہ کی قدردانی سے بھی شیخ عبداللہ کے حلقہ درس کی شہرت ہر طرف پھیل گئی اور پھر اپنی لیاقتِ علمی جو کچھ تھی اس سے آنے والے اور گرویدہ ہوتے اور ان کے علم کی طلب بڑھتی چلی جاتی، شیخ عبداللہ نے اپنی درسیات میں قاضی عضد کی منطق وعلمِ کلام میں تصانیف مطالع اور مواقف اور سکاکی کی مفتاح العلوم بھی شامل کیں (بعض تاریخی حوالوں سے مفتاح العلوم کا اس سے پہلے بھی شامل درس ہونے کا پتہ چلتا ہے، ملاحظہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، تذکرہ گیسودراز) اور پھر بہت جلد یہ کتابیں پورے ملک میں نصاب کا حصہ بن گئیں، اس زمانہ میں میر سید شریف جرجانی کے تلامذہ نے میر صاحب کی شروحات (حاشیہ) شرح مطالع اور شرح مواقف کو رواج دیا، اور اسی دور میں تفتازانی کے شاگردوں نے مطول اور مختصر المعانی کی بنیاد ڈالی، اسی طرح تلویح اور شرح عقائد نسفی کو بھی رواج دیا، شرح وقایہ فقہ میں اور شرح جامی علمِ عربیت میں یہ دونوں کتابیں بھی آہستہ آہستہ اس زمانے میں درسیات کا حصہ اور نصاب کا جزء بنیں، اس دور کی تکمیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف سے علمِ حدیث کو رواج دینے کے ساتھ ہوئی، شیخ دہلوی رحمہ اللہ حرمین شریفین گئے تین سال وہاں قیام

کر کے علمائے حرمین سے علمِ حدیث کی تکمیل فرمائی، اور پھر یہ تحفہ لے کر ہندوستان لوٹے اور اس علم شریف کی اشاعت اور درس کے لئے خود کو وقف کرلیا، آپ کے بعد آپ کی اولاد نے اس مشن کو نبھایا اور آگے بڑھایا لیکن ہندوستان میں اس علم کی پوری پوری قبولیت اور ملک کے گوشے گوشے میں اس کی تدریس واشاعت منجانب اللہ ایک صدی بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ للہ کے لئے مقدر فرمائی گئی تھی، شیخ عبداللہ ہی کے ہم عصر اس عہد کے ایک نامور عالم علامہ الہداد تھے، جن کی ہدایہ کی شرح کئی جلدوں میں ہے اور کافیہ پر بھی آپ کی شرح مشہور رہے، اس زمانہ میں فقہ ونحو میں الہداد کی یہ دونوں کتابیں بھی درسیات کا حصہ بنیں، سلطان نے ایک دفعہ شیخ عبداللہ وشیخ عزیز اللہ کا الہداد سے اور اس کے لائق بیٹے سے مناظرہ بھی کرایا جس میں دونوں حلقوں کے علمی جوہر خوب کھلے (اس زمانہ میں مناظرہ حق وباطل کا معرکہ نہیں بلکہ علمی حلقوں میں علمی تفریح اور علمی حیثیت کی جانچ پڑتال کے لئے ہوتے تھے) فتاویٰ تاتارخانیہ جو ہندوستان کے پہلے علمی دور کی تصنیف ہے اس کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے، کہ پہلے دور کے علمائے دین ومشائخ علمِ دین کے بارے میں کتنے حقیقت پسند اور عملیت پسند تھے، ان کے سامنے ظلمت کدہ ہند میں اسلام کی شمع فروزاں کرنے کا مقصد تھا اس لئے علمی سرگرمیوں اور نصاب میں وہ غیر ضروری فنون کو یا ضرورت سے زیادہ ان کی طوالت اور کثرت کو ناپسند کرتے تھے، اور اس کو محض ذہنی عیاشی اور دین کی حقیقی خدمات میں رکاوٹ پیدا کرنے کا سبب سمجھتے تھے، جبکہ دوسرے دور میں اور اس کے بعد کے ادوار میں اشاعتِ اسلام کا کام کافی حد تک ہو چکنے اور مضبوط اسلامی حکومت اور ملک کے طول وعرض میں مستقل اسلامی معاشرہ وجود میں آ جانے سے اس طرف اتنی توجہ اور اہتمام نہ رہا، دینی ودنیوی اور معاشرتی اعتبار سے فارغ البالی میسر آ جانے سے علمی حلقے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے عقلی علوم وفنون پر بھی اچھی طرح جھکتے چلے گئے۔ تاتارخانیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”اِنَّهَا تُؤَدِّیُ اِلٰی اِثَارَةِ الْفِتَنِ وَالْبِدَعِ وَتَشْوِیْشِ الْعَقَائِدِ اَوْیَکُوْنَ النَّاظِرُفِیْهِ قَلِیْلُ الْفَهْمِ اَوْطَالِباً لِلْغَلَبَةِ لَالِلْحَقِّ“

ترجمہ: ”علمِ کلام کے مسائل سے فتنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بدعات کو گویا رواج دینا ہے، عقائد میں اس سے تشویش اور الجھاؤ پیدا ہوتا ہے، کلامی مسائل سے دلچسپی لینے والے عموماً کم سمجھ ہوتے ہیں یا ان کا مقصود تلاش حق نہیں بلکہ دوسروں کے مقابلے میں غلبہ حاصل کرنا ہے“ (اسلام کا نظامِ تعلیم وتربیت صفحہ نمبر ١٥١، مؤلفہ مناظر احسن گیلانی)

اس سے پہلے اور دوسرے دور میں ترجیحات کی تعیین کا فرق بھی سمجھ آ سکتا ہے۔ (جاری ہے..........)

تذکرۂ اولیاء

مولانا محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط ۴)

تصوف کی اصلیت، حقیقت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کو جاننے کے لئے جگہ جگہ قائم اور اپنے گرد وپیش میں پھیلی ہوئی رسمی گدیوں اور نام نہاد گدی نشینوں کے حالات وکردار کو ملاحظہ کر کے فیصلہ کیا جائے؟ یا اسلام کی اصل تعلیمات، شریعتِ مقدسہ کے مقاصد اوران کے مقاصد کے تحت زمانہ خیر القرون اور اس کے بعد کے ادوار میں اس خالص اصلاحی شعبے کے وجود میں آنے، بتدریج اس کے اصول قائم ہونے، ضوابط اور نظم طے ہونے کے مرحلوں کو، اور اس شعبے کے مشائخ کی تعلیمات اور ان کی مثالی عملی زندگی کے نمونے کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں؟ پہلی صورت میں افراط وتفریط کی دو خطرناک گمراہیوں اور نظریاتی واعتقادی بے اعتدالیوں میں مبتلا ہونا قریب یقینی ہے، ایک گمراہی تو ان لوگوں کی ہے جو شریعت کی تعلیمات سے بے خبر ہیں، اور تصوف کی اصل روح سے ناواقف ہیں، اور ان میں سے اکثر کی دینی وعملی زندگی بھی شریعت کے احکام کی پابندی سے خالی ہوتی ہے، بس نسل درنسل سے ایک ماحول ان کے سامنے ہے، آباؤاجداد سے آستانوں، پیرخانوں سے اندھی عقیدت بغیر کسی اصول اور شرعی تفصیل کے ان کو ورثہ میں ملی ہوتی ہے، اور نماز روزہ اور دیگر احکامِ شرع کی بجائے میلوں ٹھیلوں کی رونق بڑھانا اور بہت سے شرعی خرافات ومنکرات اور کھلے فواحش اور محرمات کے ساتھ دھوم دھام سے عرس منانا اور مزاروں پر چڑھاوے چڑھانا ان کے نزدیک مسلمانی کا سب سے اونچا کام اور نجات کی کنجی ہے، جو ان مشاغل سے محروم ہو تو وہ قرآن وحدیث کے سارے مطالبے بھی پورے کرے اور دین کے راستے میں تن من دھن لٹادے تو بھی ان کے نکتۂ نظر سے مردودِ محض ہے، یہ تو افراط (عقیدت میں حد سے بڑھنے) کے شاخسانے ہیں، اور تفریط (چیز کو اس کے واقعی درجے سے گھٹانا) کی گمراہی کا وہ لوگ شکار ہوتے ہیں جو صوفیت اور مشیخت کے نام پر اپنے زمانے کے رائج خرافات کو دیکھ کر اول سے آخر تک اس خالص اصلاحی شعبے کا پتہ ہی صاف کر دیتے ہیں، کبھی اس کو عجمی سازش قرار دیتے ہیں، کبھی شیعیت اور باطنیت سے اس کو متہم کرتے ہیں اور ان بڑے بڑے مشائخ اور ائمہ وقت سے بدگمانی اور ان کی بدگوئی کرنے سے بھی نہیں چوکتے، جو اس زمین پر خدائی نشان تھے، اور دین حق کے پاسبان تھے، اور دین حق کی اشاعت اور خلقِ

خدا کی رشد وصلاح جن کی زندگی کا واحد مقصد تھا، اور اس راستے میں انہوں نے اپنی زندگیاں کھپائیں اور انہیں کی قربانیوں، کوششوں کاوشوں سے زمین کے مختلف حصوں اور خطوں میں اسلام نے رونق پائی، اور اسلامی معاشرے وجود میں آئے، خود اس خطہ ہند میں مشائخِ عظام اور صوفیائے کرام کی اسلامی خدمات کی جو درخشاں تاریخ ہے کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے بغیر اس ظلمت کدہ ہند میں اسلامی سلطنت اور اسلامی معاشرت کا بقا ممکن تھا، حضرت علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہم اللہ وغیرہم بیسیوں مشائخ تو ہند میں اسلام کی ابتدائی اشاعت کرنے والوں میں سے ہیں، خود بعد کے دور میں جب غیروں کی ریشہ دوانیوں اور اپنوں کی حماقتوں سے اسلام کی بساط اس سرزمین سے لپیٹے جانے کے منصوبے بنے تو میدان میں اتر کر عزیمت کی داستانیں رقم کرنے والوں میں کیا اس طبقہ کے لوگ اور مشائخِ وقت کسی سے پیچھے رہے ہیں؟ یا آج کے دوکاندار جاہل پیروں کی طرح زندگی اور اس کے حقائق، اسلام اور اس کے فرائض سے فرار کو انہوں نے وطیرہ بنایا؟ نہیں نہیں، تاریخ تو خبر دیتی ہے کہ اس میدان میں یہاں کے خاص ماحول میں یہی لوگ سرِ فہرست رہے ہیں، مغل قہرمان اکبر نے جب ملحدین کی چالوں میں آکر دینِ الٰہی کا ڈھونگ رچایا تو وہ شریعتِ اسلامیہ کی کیا کسمپرسی کا زمانہ تھا، پھر شیخ مجدد نے اپنی اصلاحی اور تجدیدی کارناموں سے اس سرزمین میں دین حنفی کا جو اعتبار قائم کیا اور اس کی بنیادوں کو جتنا مضبوط کیا ایک صوفی صافی اور شیخِ وقت کے اس کارنامے سے گذشتہ چار سو سال سے اس پورے خطہ برصغیر کے کس مسلمان کی گردن زیرِ بارِ احسان نہیں، ڈاکٹر اقبال مرحوم نے شیخ مجدد کو جچے تلے الفاظ میں کیا دلنشین خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور ساتھ ہی نام نہاد پیرزادوں کو بھی آئینہ دکھا گئے ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو — آنکھیں میری بینا ہیں لیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند — ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانہ نہیں وہ خطہ کہ جس میں — پیدا کلہِ فقر سے ہو طرّہ دستار

(جاری ہے.........)

پیارے بچّو! مفتی ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

صحت کے لئے نقصان دہ چیزیں

پیارے بچو! پہلے زمانے میں آج کل کی طرح کی بچوں کے کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں، جیسا کہ آج کل طرح طرح کی چیزیں بازاراوردوکانوں پر آ گئی ہیں،اورتھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد بازار میں نئی نئی چیزیں آتی رہتی ہیں۔شاید ہی کوئی بچہ ایسا ہو جوان بازاری چیزوں کو نہ کھاتا ہو،بہت سے بچے تو ایسے ہیں کہ روٹی اور کھانا کم کھاتے ہیں اور یہ چیزیں زیادہ کھاتے ہیں اور کچھ بچے ایسے بھی ہیں کہ پورے پورے دن کھانا نہیں کھاتے اورکھانے کی جگہ بازاری چیزیں کھا کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔

چیزوں میں بچوں کی زیادہ پسندیدہ چیز’’چیونگم‘‘ سمجھی جاتی ہے،یہ چیونگم کیا ہے؟یہ اصل میں ایک خاص قسم کی ربڑ ہے ،جس پر چینی وغیرہ جیسی میٹھی چیز چڑھا کر اسے کھانے کی چیز بنادیا جاتا ہے،ورنہ حقیقت میں ربڑکوئی کھانے پینے کی چیزنہیں ہے،چیونگم کے بچوں کی پسندیدہ چیز ہونے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے دیرتک منہ میں رکھاجاسکتاہے،اور چباتے رہنے سے وہ ختم نہیں ہوتی،اس لئے بچے یہ سمجھتے ہیں کہ دوسری چیزیں کھاپی کرجلدی ختم ہوجاتی ہیں اورچیونگم جلدی ختم نہیں ہوتی،اسے دیرتک مشغلہ بنایا جاسکتا ہے اس لئے بچوں کے ذہن کے مطابق چیونگم زیادہ اچھی چیز ہوئی۔چیونگم کے بچوں کو پسند ہونے کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے کھاتے رہنے کے کچھ دیر بعد منہ سے غبارے کی شکل میں ربڑکو پھولایا جاسکتاہے،اس طرح سے چیونگم کھانے کےساتھ ساتھ کھیل کا مشغلہ بھی سمجھی جاتی ہے۔مگر بچے ناسمجھی کی وجہ سے یہ نہیں جانتے کہ چیونگم کتنے نقصان کی چیز ہے،اس سے پیٹ اوردانتوں میں کیڑے پیدا ہوجاتے ہیں،اس کومستقل چباتے رہنے سے دماغ کمزور ہوجاتا ہے ،اورربڑ کے چھوٹے چھوٹے ذرات پیٹ میں پہنچنے سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں،بعض بچے ساری چیونگم نگل کر پیٹ میں لے جاتے ہیں جو بہت ہی خطرناک ہوتی ہے، پھر معلوم نہیں کہ یہ ربڑکونسی گندبلا سے بنائی جاتی اورتیار کی جاتی ہے،اورنہ جانے اس میں کتنے گندے جراثیم شامل ہوتے ہیں۔اس وجہ سے جو بچے زیادہ چیونگم خوری کے عادی ہوتے ہیں وہ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں،یہ توصحت کی بربادی ہوئی اور پیسہ کی بربادی اس کے علاوہ ہے۔بھلا یہ کوئی سمجھداری اورعقل مندی ہے کہ پیسے بھی خرچ کئے جائیں اورصحت بھی برباد کی جائے حالانکہ پیسے خرچ کرکے تو بیماری

Idara Ghufran

کا علاج کیا جاتا ہے اور صحت بنائی جاتی ہے، مگر ان بچوں کی کم سمجھی دیکھیں کہ پیسے دے کر بیماری خریدتے ہیں، یہ بات تو چیونگم کے بارے میں تھی۔ اب تم آجکل کی بچوں کی پسندیدہ بازاری دوسری چیزوں پر نظر ڈالو گے تو ان میں شاید ہی کوئی چیز ایسی ملے گی جو صحت کو فائدہ پہنچاتی ہو اور نقصان نہ پہنچاتی ہو، چاہے وہ کوئی ٹافی ہو یا چاکلیٹ ہو یا جیلی ہو یا کوئی دوسری چیز، مگر بچوں کو ان چیزوں کے کھانے کا جنون کی حد تک شوق ہوتا ہے۔ یہ صحت کو نقصان پہنچانے والی چیزیں لینے کے لئے بچے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، چیزوں کی خاطر رونا دھونا تو عام بات ہے، یہی چیزیں ہیں کہ ان کی خاطر مدرسہ اور اسکول بھی چلے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بچے ان چیزوں کی خاطر اچھے سے اچھا اور برے سے برا کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، دنیا میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ بچوں کو چیز کے بہانے سے بہکا پھسلا کر لوگ اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور پھر ان کو مار کر ان کا خون اور ان کا دل اور گردے وغیرہ فروخت کر دیتے ہیں۔ دیکھئے کہ چیز کی خاطر بعض بچے اپنی جان تک بھی دے دیتے ہیں، یہ چیزوں کے جنون کی حد تک شوق ہونے کی نشانی ہے۔ **مگر بچو!** اگر تھوڑی سی سمجھداری سے کام لو اور میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو تو تمہیں چیزوں کی اس مصیبت سے بہت آسانی کے ساتھ چھٹکارا مل سکتا ہے، اور تم اپنی صحت خراب ہونے سے بچا سکتے ہو، اپنی صحت کی حفاظت کر سکتے ہو۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب بھوک لگے تو گھر کا پاک وصاف کھانا کھاؤ اور پیاس لگے تو صاف ستھرا پانی پیو، اور بس اپنے کام میں لگو، ویسے بھی بھوک لگے بغیر کھانا پینا چاہے وہ اچھا ہی کیوں نہ ہو، صحت کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، اس لئے سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ اول فول چیزیں کھانے کی عادت ہی نہ ڈالو، بس بھوک لگنے پر کھانا کھا لیا کرو، اور پیاس لگنے پر صاف ستھرا پانی پی لیا کرو۔ **بچو!** یہ بات ساری زندگی یاد رکھنے کی ہے کہ جب تک پہلا کھانا ہضم نہ ہو جائے اور بھوک نہ لگ جائے، اس وقت تک دوسرا کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ لیکن اگر تم میری یہ بات نہ مانو اور تم پھر بھی کوئی چیز کھانا چاہو تو ایسی چیزیں کھاؤ جو صحت وتن درستی کے لئے فائدہ مند ہوں، پہلے زمانے میں ایسی فائدہ مند چیزیں ہی بچے کھایا کرتے تھے، وہ چیزیں دراصل دیسی اور قدرتی ہوا کرتی تھیں، آج کل کی طرح مشینوں سے کیمیکل ڈال کر نہیں بنائی جاتی تھیں، مثال کے طور پر پہلے زمانے میں بچوں کی ایک پسندیدہ چیز بھنے ہونے چنے اور مکئی کے دانے ہوتے تھے، دانے بھوننے کے لئے جگہ جگہ بھٹیاں ہوتی تھیں، ان بھٹیوں میں بہت بڑی کڑھائی درمیان میں لگی ہوئی ہوتی

تھی اوراس کے نیچے ایندھن اورلکڑیاں وغیرہ ڈالنے کی جگہ ہوتی تھی، کڑھائی کے اندر ریت بھی ہوتی تھی، جب کسی بچے کو چنے یا مکئی کے دانے لینے ہوتے تھے تو وہ اس بھٹی پر جاتا اور بھٹیارے سے تازہ تازہ دانے بھنوالیتا تھا۔**بچو!** چنا تو ویسے بھی طاقت کی چیز ہے،اور یہ ایک طرح کی دوا بھی ہے،اور مکئی بھی کھانے پینے کے کام آتی ہےاور صحت کے لئے فائدہ مند ہے، پھر مکئی کے دانے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کِھیل والے اور دوسرے بغیر کِھیل والے۔اور آج کل بھی ریڑھی والے یہ دانے بھونتے ہیں،مگران دانوں کا استعمال بہت کم ہوگیا ہے،کبھی کبھار کوئی بچہ کھالیتا ہے،ورنہ زیادہ تر چیونگم،ٹافی،جیلی وغیرہ جیسی چیزیں ہی کھانے کا بچوں کوشوق ہے۔اب عام چیزوں کی دوکانوں پر چنے کے دانے ملنے کا تصور بھی نہیں رہا۔پہلے زمانے میں بچوں کی ایک پسندیدہ چیز مُر مُرے کے نام سے مشہور تھی،یہ مُر مُرے دراصل چاول بھون کر بنائے جاتے تھے۔اسی طرح مونجی (یعنی چھلکے سمیت چاولوں) کو بھون کر کِھیلوں کے نام سے ایک بہت لذیذ چیز تیار ہوا کرتی تھی،یہ بھی بچوں کی پسندیدہ چیز تھی مگر یہ سردیوں کے موسم میں عام طور پر ہوتی تھی،یہ کِھیلیں اتنی نرم ہوتی تھیں کہ بوڑھے لوگ اور بچے جن کے منہ میں دانت نہیں ہوتے تھے وہ بھی آسانی سے ان کِھیلوں کو کھالیا کرتے تھے،اور بچے بہت شوق کے ساتھ ان کھیلوں کو دودھ وغیرہ میں بھگو کر بھی کھایا کرتے تھے۔اسی طرح پہلے زمانے میں بھنی ہوئی چنے کی دال بھی بچے بہت شوق سے کھاتے تھے ،آج کل اس کو مرغ دال کہا جاتا ہے،مگر اب اس کا استعمال بہت کم ہوگیا ہے۔اسی طرح پہلے زمانے میں ایک چیز نُگدی کے نام سے مشہور تھی،اب بھی کبھی کبھار کسی ریڑھی والے کے پاس یہ نظر آتی ہے،مگر بہت کم۔اسی طرح پہلے زمانے میں ریوڑی کا استعمال بھی بہت تھا،اوراسی طرح کی چند ایک چیزیں اور بھی تھیں، میں نے تو نمونہ کے لئے چند چیزوں کا ذکر کردیا ہے۔**بچو!** پہلے زمانہ کی ان سب چیزوں میں یہ بات تھی کہ یہ آج کل کی چیزوں کی طرح کم از کم صحت کے لئے نقصان دہ نہیں تھیں،اوران چیزوں میں طاقت اور غذائیت بھرپور ہوا کرتی تھی۔**مگر بچو!** اب ان سب کی جگہ نئی نئی چیزوں نے لے لی ہے،بچوں کا مذاق بدل گیا ہے بلکہ بگڑ گیا ہے،اس کی وجہ سے دیسی چیزیں آہستہ آہستہ کم بلکہ ختم ہوتی جارہی ہیں اور مصنوعی،کیمیکل والی چیزیں زیادہ ہوتی جارہی ہیں،جو بہت ہی نقصان دہ ثابت ہورہی ہیں۔**بچو!** میری دعا ہے کہ اللہ میاں تمہیں اور آج کل کے سب بچوں کو نئی نئی چیزوں کے کھانے پینے کے شوق سے بچائیں اور پرانے زمانے کی طرح ان طاقت والی چیزوں کو کھانے کا شوق عطا فرمائیں۔

بزمِ خواتین مفتی محمد رضوان

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

حضور علیہ السلام کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط۴)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ خواتین کے شوہر کی ناشکری کے مرض کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں:

زیور اور لباس میں تو ان کی بالکل یہی حالت ہے کہ جہاں کوئی نئی چیز دیکھی اور ان کی رال ٹپکی، چاہے اپنے پاس کتنا ہی زیور ہو اور کیسا ہی عمدہ کپڑا ہو مگر نئی وضع اور نیا طرز دیکھ کر اپنی چیز سے معاً (فوراً) دل اتر جاتا اور دوسری بنوانے کی فکر ہو جاتی ہے .... حضور علیہ السلام اس انہماک (یعنی دنیا کی چیزوں میں گُم ہو جانے) سے منع فرماتے ہیں جس کی وجہ سے غیر ضروری چیزوں میں دل اٹکا ہوا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اختصار کرو، مثلاً ایک عورت پان چھوڑ سکتی ہے، وہ پان چھوڑ دے، ایک چائے کی عادی ہے جس میں دل اٹکا رہتا ہے وہ چائے چھوڑ دے، ایک روپے گز کا کپڑا پہنتی ہے وہ ۱۲ آنے گز کا پہننے لگے، علیٰ ھٰذا۔ اسی طرح تمام اخراجات اور سامانوں میں اختصار کرو یعنی قدرِ ضرورت پر اکتفا کرو، پھر ضرورت کے بھی درجے ہیں ایک یہ کہ جس کے بغیر کام نہ چل سکے یہ تو مباح (جائز) کیا واجب ہے، دوسرے یہ کہ ایک چیز کے بغیر کام تو چل سکتا ہے مگر اُس کے ہونے سے راحت ملتی ہے اگر نہ ہو تو تکلیف ہوگی، گو کام چل جائے گا، مگر دِقّت سے چلے گا، ایسے سامان کے رکھنے کی بھی اجازت ہے۔ ایک سامان اس قسم کا ہے جس پر کوئی کام نہیں اٹکتا، نہ اُس کے بغیر تکلیف ہوگی مگر اُس کے ہونے سے اپنا دل خوش ہوگا تو اپنا جی خوش کرنے کے واسطے بھی کسی سامان کے رکھنے کا بشرطِ وسعت مضائقہ (یعنی اگر حیثیت ہو تو حرج) نہیں، یہ بھی جائز ہے، ایک یہ کہ دوسروں کو دکھانے اور اُن کی نگاہ میں بڑا بننے کے لئے کچھ سامان رکھا جائے یہ حرام ہے، پس جو عورتیں اپنی راحت کے لئے یا اپنا اور اپنے خاوند کا جی خوش کرنے کے لئے قیمتی کپڑا یا زیور پہنتی ہیں ان کو تو بشرطِ مذکور گناہ نہیں ہوتا اور جو محض دکھاوے کے لئے پہنتی ہیں وہ

Idara Ghufran

گناہ گار ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ اپنے گھر میں تو ذلیل وخوار بھنگنوں کی طرح رہتی ہیں اور جب کہیں تقریب میں نکلیں گی تو نواب کی بچی بن کر جائیں گی جیسے لکھنؤ کے مزدور دن بھر تو لنگوٹہ باندھ کر مزدوری کریں گے اور شام کو کرایہ کے کپڑے پہن کر جیب میں دو پیسے ڈال کر نکلتے ہیں جن میں سے ایک پیسہ کا تو پان کا بیڑہ لیں گے اور ایک پیسہ کا پھولوں کا گجرا گلے میں ڈالیں گے، جیسے کسی نواب کے بچے ہوں۔

اب عورتیں دیکھ لیں کہ یہ جو جوڑے بدل بدل کر جاتی ہیں اس میں ان کی نیت کیا ہے؟

اگر اپنی راحت اور دل کی خوشی ہے تو گھر میں اس ٹھاٹ سے کیوں نہیں رہتیں؟

بعضی کہتی ہیں کہ ہم تو اپنے خاوند کی عزت کے لئے عمدہ جوڑا پہن کر نکلتے ہیں اگر اس تاویل (بہانہ) کو مان لیا جاوے تو پہلی دفعہ جو ایک جوڑا تم نے تقریب کے لئے نکالا تھا خاوند کی عزت کے لئے تمہارے خیال میں وہی کافی تھا۔ اب دیکھو کہ اگر کبھی تقریب میں پے در پے دو تین دن جانا ہو جائے تو تم تینوں دن اُسی ایک جوڑے میں جاؤ گی یا ہر دن نیا جوڑا بدلوگی۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہر دن نیا جوڑا بدلا جاتا ہے، آخر یہ کیوں؟ خاوند کی عزت کے لئے تو ایک ہی بہت کافی تھا مگر نہیں، اس واسطے ہر دن نیا جوڑا بدلتی ہیں، اس لیے ایک جوڑہ میں ہر دن نہیں جاسکتیں اگر اور بھی کچھ نہ بدلیں گی تو دوپٹہ تو ضرور ہی بدل لیں گی، کیونکہ وہ سب سے اوپر رہتا ہے سب کی نظریں اس پر پہلے پڑتی ہیں اس لیے اس کو ضرور ہی بدلیں گی تاکہ ہر دن نیا جوڑا معلوم ہو، پھر محفل میں بیٹھ کر ان کو زیور کے دِکھلانے کی حرص ہوتی ہے۔ بعضی تو اسی غرض کے لئے ننگے سر رہتی ہیں تاکہ سب کو سر سے پیر تک کا زیور نظر آ جائے اور جو اِن میں سے مولوَن ہیں وہ ننگے سر تو نہیں رہتیں مگر کسی نہ کسی بہانہ سے وہ بھی اپنا زیور دکھلا دیتی ہیں، کہیں سر کھجاتی ہیں کبھی کان کھجلاتی ہیں، یہ ریاء (دِکھلاوا) ہے اور اس غرض سے قیمتی کپڑا یا زیور پہننا حرام ہے۔

ایک مرض عورتوں میں یہ ہے کہ جب یہ کہیں محفل میں جاتی ہیں تو سب کے لباس اور زیور کو سر سے پیر تک تاک لیتی ہیں تاکہ دیکھیں کہ ہم سے تو کوئی زیادہ نہیں اور ہم کسی سے گھٹے ہوئے تو نہیں یہ بھی اُسی ریا (دکھلاوے) اور تکبر کا شعبہ ہے، یہ مرض مردوں میں کم ہے اگر دس

آدمی ایک جگہ مجتمع (اکٹھے) ہوں تو مردوں میں سے کسی کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کس کا لباس کیسا ہے؟ اسی لیے مجلس سے اُٹھ کر وہ کسی کے لباس کا حال بیان نہیں کر سکتے اور عورتوں میں سے ہر ایک کو یاد رہتا ہے کہ کس بی بی کے پاس کتنا زیور تھا اور لباس کیسا تھا۔ یاد رکھو! اس غرض سے قیمتی لباس وغیرہ پہننا جائز نہیں۔ اور یہ جو ضرورت وغیر ضرورت کے درجات میں نے لباس وزیور کے متعلق بیان کیے ہیں، یہ انہیں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ درجے ہر چیز میں ہیں، مکان میں بھی، اور برتنوں میں بھی ہر چیز میں ضرورت کا معیار یہ ہے کہ جس کے بغیر تکلیف ہو وہ ضروری ہے اور جس کے بغیر تکلیف نہ ہو وہ غیر ضروری ہے، اب اگر اُس (غیر ضروری) میں اپنا دل خوش کرنے کی نیت ہو تو مباح (جائز) ہے اور اگر دوسروں کی نظر میں بڑا بننے کی نیت ہو تو حرام ہے۔ اس معیار کے موافق عمل کرنا چاہیے (وعظ غریب الدنیا، مطبوعہ تھانہ بھون ص ۲۹ تا ۳۱ وخطباتِ حکیم الامت ج ۱، بعنوان دنیا وآخرت)

''میں خاص عورتوں کو خطاب کرتا ہوں کہ ذرا وہ بھی دیکھ لیں کہ مال حاصل کرنے میں وہ کیا کیا کچھ گناہ کرتی ہیں؟ عورتیں خود تو کمانے کے قابل نہیں ہیں مگر کمانے والوں کو گناہوں میں زیادہ تر یہی مبتلا کرتی ہیں، ان کے منہ میں یہ زبان ایسی ہے کہ مردوں سے سب کچھ کرا لیتی ہے، بس انہوں نے پہلے سے نیت باندھ لی کہ ایک جوڑا ایسا بڑا بھاری اپنے پاس ہونا چاہیے، اب وہ مزدور گھر میں آیا یعنی شوہر اور انہوں نے فرمائش کی اور کہنے کا طریقہ ان کو ایسا آتا ہے کہ مرد کے دل میں بات گھستی چلی جاتی ہے، اب وہ ان کی فرمائش پوری کرنے کے لئے رشوت ستانی اور ظلم سب کچھ کرتا ہے، کیونکہ حلال آمدنی میں اتنی گنجائش کہاں جو عورتوں کی فرمائشیں پوری ہو سکیں۔ پس ظاہر میں تو عورتوں کے پاس یہ بات کہنے کو ہے کہ ہم تو کمانے کے قابل نہیں ہیں، مرد کماتے ہیں اور کمانے میں جو کچھ گناہ ہوتا ہے وہ مردوں ہی کے ذمہ ہے، مگر اس کی خبر نہیں کہ مردوں کو حرام کمائی پر مجبور کون کرتا ہے؟ میں سچ کہتا ہوں کہ زیادہ تر عورتوں کی فرمائشیں ہی مردوں کو حرام آمدنی اور رشوت ستانی وغیرہ پر مجبور کرتی ہیں، پس مردوں کے ان سب گناہوں کا سبب یہی (عورتیں) ہیں، اس لیے یہ بھی اس گناہ سے بچ نہیں سکتیں۔ اور میں مردوں کو متنبہ (آگاہ) کرتا ہوں کہ عورتوں کی فرمائشوں

کا زیادہ تر سبب ان کا باہم ملنا جلنا ہے، جب یہ محفلوں میں جمع ہوتی ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر حرص کرتی ہے کہ کاش میرے پاس بھی فلانی جیسا زیور اور کپڑا ہو............ اِن عورتوں کی نِگاہ ایسی تیز ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ، کہیں محفل میں جائیں گی تو ذرا سی دیر میں سب کے زیور اور لباس پر فوراً نظر پڑ جائے گی، اگر دس بیس مرد ایک جگہ بیٹھیں تو وہاں سے اُٹھ کر ایک دوسرے کا لباس نہیں بتا سکتے کہ کون کیسا کپڑا پہن رہا تھا؟ کون کیسا؟ مگر عورتیں پانچ سو بھی ہوں تو ہر ایک کو دوسرے کی پوری حالت گلے اور کان تک کا زیور سب معلوم ہو جاتا ہے، کچھ تو دیکھنے والی کی نِگاہ تیز ہوتی ہے پھر کچھ دوسری بھی دِکھلانے کا اہتمام کرتی ہے۔ ہاتھ پاؤں کا زیور تو ہر ایک کو خود ہی نظر آ جاتا ہے، اُس کے دِکھلانے میں تو اہتمام کی ضرورت نہیں البتہ گلے اور کان کا زیور دوپٹہ کی وجہ سے چُھپا ہوتا ہے تو اس کے لئے کبھی کان کھجلانے کے بہانہ سے دوپٹہ کو سرکایا جاتا ہے، کبھی گرمی کے بہانہ سے گلا کھولا جاتا ہے تاکہ سب دیکھ لیں کہ اس کے کانوں میں کتنے زیور ہیں اور گلے میں اتنے۔ اب یہ سب کے زیور اور کپڑے دیکھ بھال کر گھر آئیں تو خاوند کو پریشان کرنا شروع کیا کہ ہمیں بھی ایسا ہی بنا کر دو" (وعظ اسبابُ الغفلۃ ص۱۰ تا ص۱۲ ملخصاً مطبوعہ تھانہ بھون وخطباتِ حکیم الامت ج۳ بعنوان دین و دنیا)

ایک مرض ان (عورتوں) میں اور بھی ہے وہ بھی ناشکری کی ایک قسم ہے، وہ یہ کہ (کوئی چیز) خواہ کار آمد ہو یا نکمّی ہو اِن کو پسند آنی چاہیے، پھر بے سوچے سمجھے اس کو خرید لیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ گھر میں رکھی ہوئی چیز کام آ ہی جاتی ہے، اور یہ ناشکری کی قسم اس وجہ سے ہے کہ یہ شوہر کے مال کو ضائع کرنا ہے اور خود اپنے مال کو ضائع کرنا بھی ناشکری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ ،وَکَانَ الشَّیْطَانُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا) کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے خدا کا ناشکرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فضول خرچی خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے اور جب مال بھی دوسرے کا ہو (یعنی شوہر کا) تو خدا تعالیٰ کی ناشکری کے ساتھ خاوند کی بھی ناشکری ہے، اور اگر فضول خرچی نہ ہو تب بھی مسلمان کا دل تو زیادہ بکھیڑے سے گھبرانا چاہیے، اور بے ضرورت کوئی چیز خریدنا تو فضول خرچی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے منع فرمایا، مال کے ضائع کرنے سے۔

آج کل گھروں میں اور خاص بڑے گھروں میں بڑی فضول خرچی ہوتی ہے، برتن ایسے خریدے جاتے ہیں جو قیمت میں تو بہت زیادہ اور مضبوط خاک بھی نہیں، ذرا ٹھیس لگ جاوے تو چار ٹکڑے ہو جاویں پھر وہ حاجت (ضرورت) سے بھی زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ بعض گھروں میں اس کثرت سے شیشہ اور چینی وغیرہ کے برتن ہوتے ہیں کہ عمر بھر میں ان کے استعمال کی نوبت نہیں آتی، اسی طرح کپڑوں میں بھی بہت فضول خرچی ہے (اس زمانہ میں) دس روپیہ گز کا اور پندرہ روپیہ گز کا (مہنگاترین) کپڑا بہت باریک جو کہ ناجائز بھی ہے اور کسی کام کا بھی نہیں ہے پہنتی ہیں، اگر کہیں سے ذرا سا تاگا (دھاگا) نکل گیا تو پھر کسی کام کا نہیں، اور (اس کے برخلاف) موٹا کپڑا اگر پرانا ہو جاتا ہے تو کسی غریب ہی کے کام آجاتا ہے، یہ تمام مصیبت اس کی ہے کہ عورتیں اس کی کوشش کرتی ہیں کہ ہمار جوڑا ایسا ہو کہ کسی کے پاس ویسا نہ ہو، اپنی حیثیت کو نہیں دیکھتیں، برتنوں کپڑوں اور مکان ہر چیز میں دکھلاوا اور شیخی، بڑے بننے کی شان کوٹ کوٹ کر بھری ہے، یہ حال تو روزمرّہ کے برتاؤ کا ہے، اور اگر کہیں بیاہ شادی پیش آجائے تو کیا ٹھکانہ ہے، تمام رسمیں پوری کی جاویں گی، جن میں سراسر دکھلاوا ہی دکھلاوا ہے، بعض عورتیں اپنی تعریف کرتی ہیں کہ ہم نے رسمیں سب چھوڑ دیں، مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ رسمیں دو قسم کی ہیں ایکؔ تو شرک وبدعت کی رسمیں، جیسے چٹائی پر بہو کو بٹھلانا، اس کی گود میں بچہ دینا، کہ اس سے شگون لیتے ہیں کہ اولاد ہو، تو واقعی ایسے ٹونے ٹوٹکے تو اکثر جگہ چھوٹ گئے، دوسرےؔ شہرت اور نام کی رسمیں، سو یہ نہیں چھوٹیں، بلکہ مالداری کی وجہ سے بہ نسبت پہلے کے کچھ بڑھ گئی ہیں، پہلے زمانہ میں اتنا دکھلاوا اور شیخی نہ تھی، کیونکہ کچھ تو سامان کم تھا کچھ طبیعتوں میں سادگی تھی، اب تو کھانے میں الگ تکلف ہو گیا، وہ پہلی سی سادگی ہی نہیں رہی، بلکہ پلاؤ بھی ہو، کباب بھی ہوں، فیرنی، تنجن، بریانی سب ہو، اور کپڑوں کے تکلفات کا ابھی بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ ایک دلہن ایک جگہ (اس زمانے میں) ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا لائی، شاید یہ کپڑا اس کے مرنے تک بھی ختم نہ ہوا ہو، اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ دلہن مرگئی ہے اور یہ سب سامان ہزاروں روپیہ کا ضائع ہوا، پھر ایک فضول خرچی یہ ہے کہ دلہن کے کپڑوں کے علاوہ تمام کنبے

کے جوڑے بنائے جاتے ہیں، اور بعض دفعہ ان کو پسند بھی نہیں آتے اور ان میں عیب نکالے جاتے ہیں تو کس قدر بے لطفی ہوتی ہے اور اس پر دعویٰ یہ ہے کہ ہم نے سب رسمیں چھوڑ دیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جہیز کو دکھاتے تک نہیں، دیکھو ہم نے سب رسمیں چھوڑ دیں، سو جناب اس میں کیا کمال کیا، اپنی بستی میں تو برسوں پہلے سے سامان جمع کر کر کے ایک ایک کو دکھلا چکی ہو، جو مہمان آتی ہے اس کو بھی اور جو رشتہ دار آتی ہے اس کو بھی ایک ایک چیز دکھلائی جاتی ہے اور خود سامان آنے میں جو شہرت ہوتی ہے وہ الگ کہ آج دہلی سے کپڑا آرہا ہے اور مراد آباد گئے تھے وہاں سے برتن لائے ہیں، اور اس کے بعد وہ دُولہا کے گھر جا کر کھلتا ہے اور عام طور پر دکھایا جاتا ہے اور اسی واسطے لڑکی کے ساتھ بھیجا جاتا ہے،، تو یہ اپنے ارادہ سے شہرت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ہاں اگر لڑکی کے ساتھ نہ کیا تھا تو عقل کے بھی موافق تھا، کیونکہ یہ سب سامان لڑکی ہی کو دیا جاتا ہے اور اس وقت وہ قبضہ نہیں کرتی ہے اور نہ اس کو خبر ہوتی ہے اس کو دینا تو یہ ہے کہ ابھی اپنے گھر رکھو جب لڑکی تمہارے گھر آوے اس وقت وہ تمام سامان اس کے سامنے رکھو اور کہو کہ یہ سب چیزیں تمہاری ہیں، تمہارا جب جی چاہے لے جانا بلکہ مصلحت یہ ہے کہ اب نہ لے جائے کیونکہ اس وقت تو کوئی ضرورت نہیں ہے، جب ضرورت ہوگی اس وقت لے جاوے، یہ عقل کے بھی موافق ہے اور اس میں دکھلاوا بھی نہیں، اگر ایسا کرتے اس وقت یہ دعویٰ صحیح ہوتا کہ ہم نے سب رسمیں چھوڑ دیں ہیں، مگر چونکہ اس میں شہرت دکھلاوا نہیں ہے اس لئے ایسا کوئی بھی نہیں کرتا (تسہیل المواعظ ج ا ص ۶۲۴ تا ۶۲۷، وعظ عورتوں کی اصلاح)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

کیا حلال مذبوحہ جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے؟

سوال:...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذبح شدہ حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا از روئے فقہ حنفی کیسا ہے؟ کیا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو پھر حرام ہے یا مکروہ اور مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟

فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم میں ہے کہ:

حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی ،قریب حرام کے ہے۔......لہٰذا قربانی کی اوجھڑی کسی محفوظ مقام پر گہرا گڑھا کھود کر دفن کر دی جائے ،اور اگر بھنگی اٹھالے جائے تو منع کی حاجت نہیں (فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص۴۳۲ مطبوعہ ،شبیر برادرز لاہور)

دوسری جگہ ہے:

اوجھڑی اور آنتوں کے کھانے کو طبعی یعنی مباح کہنے والا نرا جاہل ہے (ایضاً ص۴۳۳)

ایک اور جگہ ہے:

اوجھڑی اور آنتیں کھانا درست نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ویحرم علیھم الخبائث** . ترجمہ: نبی کریم ﷺ خبائث یعنی گندی چیزیں حرام فرمائیں گے۔

اور خبائث سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے سلیم الطبع لوگ گھن کریں اور انہیں گندی جانیں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **اما الدم فحرام بالنص و اکرہ الباقیۃ لانھا مما تستخبثھا الانفس قال تعالیٰ ویحرم علیھم الخبائث.** اس سے معلوم ہوا کہ حیوان مأ کول اللحم کے بدن میں جو چیزیں مکروہ ہیں ان کا مدار خبث پر ہے اور حدیث میں مثانہ کی کراہت منصوص ہے اور بیشک اوجھڑی اور آنتیں مثانہ سے خباثت میں زیادہ نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں۔ مثانہ اگر معدن بول ہے تو آنتیں اور اوجھڑی مخزن فرث ہیں لہٰذا دلالت النص سمجھا جائے یا اجرائے علت منصوصہ بہر حال اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز نہیں (ایضاً ص۴۳۳)

اسی کتاب میں ہے کہ:

اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا گناہ حرام کے مثل ہے، درمختار میں ہے **کل مکروہ ای**

کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار. یعنی ہر مکروہ تحریمی استحقاق جہنم کا سبب ہونے میں حرام کے مثل ہے (ایضاص ۴۳۴)

اس کے بارے میں بھی جواب میں وضاحت فرمائیں اور از روئے کتبِ فقہ معتبرہ/ وفقہ حنفی مدلل جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب: ...... حلال جانوروں کی سات چیزیں کھانا منع اور ناجائز ہیں (۱) دمِ مسفوح یعنی بہتا خون (۲) مذکر یعنی نر کی پیشاب گاہ (۳) خصیتین یعنی کپورے (۴) مادہ کی پیشاب گاہ (۵) غدود (۶) مثانہ (۷) پتہ۔ بعض نے حرام مغز کا بھی اضافہ کیا ہے اس کے علاوہ حلال مذبوحہ جانور کی کوئی چیز جو گوشت کی جنس سے ہو جس میں اوجھڑی بھی شامل ہے ممنوع نہیں، بلکہ جائز ہے، لہٰذا حلال مذبوحہ جانور کی اوجھڑی کھانا بلا کراہت جائز ہے (جبکہ اس کو خوب اچھی طرح پاک وصاف کرلیا گیا ہو) اوجھڑی کے حلال ہونے کی وجوہات یہ ہیں:

(۱)...... حلال مذبوحہ جانور کے گوشت واعضاء میں اصل حکم حلال ومباح ہونے کا ہے، اور اس کے ناجائز وحرام ہونے کے لئے شرعی دلیل کی ضرورت ہے، اور مذکورہ سات چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز میں (جس میں اوجھڑی بھی شامل ہے) ناجائز ہونے کی دلیل نہیں پائی جاتی، لہٰذا اوجھڑی میں گوشت اور دیگر اعضاء (مثلاً کلیجی، گُردے وغیرہ) کی طرح اصل حلال ومباح ہونے کا حکم برقرار رہا۔

(۲)...... حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ کا بکری کی سات چیزوں کا ناپسند اور مکروہ سمجھنا مذکور ہے، ان میں اوجھڑی کا ذکر نہیں (ملاحظہ ہو آخر میں درج شُدہ حدیثِ رسول)

(۳)...... فقہائے کرام علیہم الرحمہ نے حلال مذبوحہ جانور کی مذکورہ ممنوع اشیاء کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور صرف ان سات چیزوں کی ممانعت کی تصریح فرمائی ہے، لہٰذا اس سے تجاوز درست نہیں۔

لان مفھوم المخالف فی عبارات الفقھاء مثل ھٰذہ المسئلۃ معتبرۃ عند الحنفیۃ

(حوالہ جات کے لئے آخر میں درج شدہ عباراتِ فقہ ملاحظہ ہوں)

(۴)...... سلفِ صالحین اور فقہائے کرام علیہم الرحمۃ سے اوجھڑی کے ناجائز وحرام ہونے کا فتویٰ منقول نہیں، جو کہ ہم سے کہیں زیادہ علم، فراست، تقوے اور طبیعتِ سلیمہ وفطرتِ نظیفہ کے حامل تھے۔

(۵)......اوجھڑی کو خبائث میں داخل و شامل ماننا بھی درست نہیں، جس کی وجوہات یہ ہیں:

(الف)......آیت **ویحرم علیهم الخبائث الخ** ، پندرہ سو سال سے زائد پہلے حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی، مگر اس کی تفسیر کے ضمن میں آج تک (باوجود اوجھڑی موجود ہونے کے) کسی محقق و معتبر مفسر نے اوجھڑی کا تذکرہ نہیں کیا۔

(ب)...... اوجھڑی اور آنتوں کو مثانہ پر قیاس کرنا اور خباثت کی علت قرار دینا درست نہیں، کیونکہ اولاً تو مثانہ کی ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے، اور اوجھڑی وآنتوں کی ممانعت حدیث سے ثابت نہیں، دوسرے فقہائے کرام خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ نے مندرجہ بالا سات اشیاء میں خباثت کی علت کو معتبر مانا ہے، لیکن اوجھڑی میں اس علت کو معتبر نہیں مانا۔ اگر اوجھڑی اور آنتوں کا حکم مثانہ کی طرح ہوتا تو فقہائے کرام مثانہ کے ساتھ اس کو ذکر فرماتے، یا اوجھڑی وآنتوں کو مثانہ پر قیاس کر کے ان کا حکم بھی مثانہ والا بیان فرماتے، فقہائے کرام کا مذکورہ قیاس نہ کرنا بلکہ اوجھڑی کا حکم مثانہ کے خلاف بیان کرنا اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہے کہ سوال میں مذکور فتاویٰ فیض الرسول میں جو کچھ فرمایا ہے وہ فقہائے کرام کے خلاف ہے، لہٰذا نا قابلِ اعتبار ہے (حوالہ جات کے لئے آخر میں درج شدہ عباراتِ فقہ ملاحظہ ہوں)

اوجھڑی کے بارے میں یہ حکم شرعی کراہت وممانعت نہ ہونے کا ہے، البتہ ایک کراہت طبعی شخصی ہوتی ہے، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی شخص کی طبیعت اس کو کھانا پسند نہ کرتی ہو، تو اس طبعی شخصی کراہت کی وجہ سے کسی چیز میں شرعی کراہت نہیں آتی، بلکہ فقہائے کرام ومفسرینِ عظام نے تو یہاں تک تصریح فرمائی ہے کہ جن کی زبان میں قرآن مجید اُترا ہے اور وہ قرآن مجید کے سب سے پہلے مخاطب ہیں، کسی چیز میں خباثت ہونے کے لئے ان کی طبائعِ سلیمہ کا اُس کے کھانے سے گھن اور کراہیت ونفرت کرنا معتبر ہے، اِن کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طبیعت کا گھن کرنا معتبر نہیں۔ کیونکہ ایسی کئی چیزیں ہوتی ہیں، جن کو کچھ لوگ ''جن میں طبیعتِ سلیمہ رکھنے والے افراد بھی ہوتے ہیں'' پسند نہیں کرتے مگر اس کے باوجود وہ چیزیں شرعاً حلال اور پاکیزہ شمار ہوتی ہیں، ہر ملک وعلاقہ اور قبیلہ کے افراد اپنی خاص معاشرت کی وجہ سے بلکہ ہر انسان کی طبعی پسند اور ناپسند اپنی اپنی ہوتی ہے، یہی معاملہ اوجھڑی کا بھی ہے۔

اور اگر کچھ لوگوں کی طبیعت کسی ایسی چیز کو پسند کرتی ہو جو شرعاً حلال نہ ہو تو اس کی وجہ سے وہ حلال نہ ہوگی جیسا کہ آج کل بہت سی جگہ بلا کھٹک خصیتین یعنی کپورے کھائے جاتے ہیں اور وہ لوگ ان کو پسندیدہ

غذا خیال کرتے ہیں تو ان لوگوں کے پسند کرنے کے باوجود بھی شرعاً ان کا کھانا ناجائز و گناہ ہے۔
اسی طرح اگر کسی عالم نے اوجھڑی میں نجاست وغلاظت لگے ہوئے ہونے کی وجہ سے اس سے منع کیا ہو یا اس کو مکروہ جانا ہو تو اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہوگا کہ اگر اس سے نجاست وغلاظت کو صاف کرلیا جائے تو پھر بھی وہ ممنوع رہے گی، کیونکہ یہ قاعدہ بالکل واضح ہے کہ کسی پاک چیز مثلاً کپڑے پر اگر نجاست و غلاظت لگ جائے تو نجاست کے الگ ہونے سے پہلے تو اسے ناپاک کہا جاتا ہے اور ایسا ناپاک کپڑا پہن کر نماز سے بھی منع کیا جاتا ہے لیکن اگر اس کپڑے سے نجاست وغلاظت کو دور کر دیا جائے تو پھر اسی کپڑوں کو پاک کہا جاتا ہے اور اس میں نماز پڑھنا بھی جائز قرار دیا جاتا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ اب ناپاکی وغلاظت اور نجاست اس سے دور ہو چکی ہے اور ناپاکی اس کی ذاتی نہیں تھی بلکہ دوسری ناپاک چیز کے اس کے ساتھ تعلق وابستہ ہونے کی وجہ سے آئی تھی اور جب پاک کرنے سے ناپاک چیز کا پاک چیز سے تعلق ختم ہو گیا تو پاک چیز اپنی اصل حالت پر لوٹ آئے گی۔اب اوجھڑی کے حلال وجائز ہونے پر چند فتاویٰ نقل کئے جاتے ہیں اس کے بعد کتبِ فقہ کی عبارات ذکر کی جائیں گی۔

اوجھڑی کے جائز اور حلال ہونے پر چند مستند فتاویٰ

(۱)......فتاویٰ محمودیہ میں اسی قسم کا ایک سوال اور جواب مذکور ہے جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

سوال:......حلال جانوروں کی اوجھڑی اور آنتیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ماہنامہ فیض الرسول جولائی ۶۵ء کے ص ۳۲ پر آخر میں جلال الدین احمد الامجدی من اساتذہ دار العلوم اہل سنت براؤں شریف ضلع بستی نے اسی سوال کے جواب میں تحریر کیا ہے کہ اوجھڑی اور آنتیں کھانا مکروہ تحریمی ناجائز اور گناہ ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً: **کره تحريما وقيل تنزيها والاول اوجه من الشاة سبعة، الحياء ،والخصية ،والغدة ،والمثانة ،والمرارة، والدم المسفوح، والذكر للاثر الوارد في كراهة ذالك** اھ (رد المحتار علیٰ درمختار ج۵ ص ۶۵۴)

فقہاء نے ان سات چیزوں کو منع فرمایا ہے، بعض نے نخاع (حرام مغز) کا بھی اضافہ کیا ہے، کذا فی الطحطاوی، آنتیں اور اوجھڑی کو ان میں شمار نہیں کیا، جنہوں نے منع کیا ہے ان سے کتبِ فقہ کا حوالہ مع نقلِ عبارت طلب کیا جائے (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۴۱، کتاب الذبائح والاضحیۃ)

(۲)......دوسری جگہ ایک سوال کے جواب میں ہے:

’’حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ارشاد ’’ردالمحتار صفحہ ۷۷۴ ج ۵‘‘ میں نقل کیا ہے، کہ بکری کا بہتا خون تو حرام ہے اور چھ چیزیں مکروہِ تحریمی ہیں، حدیثِ پاک بھی اس سلسلہ میں نقل کی ہے، ان چھ میں اوجھڑی اور آنت کا ذکر نہیں، گائے ، بھینس کا بھی یہی حکم ہے، جن صاحب نے اوجھڑی اور آنت کو مکروہِ تحریمی لکھا ہے، جوابی خط بھیج کر ان سے دریافت کرلیا جائے کہ یہ مسئلہ فقہ کی کونسی مستند کتاب میں ہے‘‘ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۷ صفحہ ۲۷۵، باب الحظر والاباحۃ)

(۳)......ایک اور مقام پر ہے:

’’پچونی اور لاد (انتڑی اور اوجھڑی) کھانا شرعاً درست ہے، خوب پاک صاف کر کے کھائیں‘‘ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۷۹، باب الحظر والاباحۃ)

(۴)......امداد الفتاویٰ میں ہے:

’’فقہائے کرام نے اوجھڑی کو بمنزلہ لحم (یعنی گوشت کی طرح) لکھا ہے کمافی ردالمحتار (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۰۴)

(۵)......دوسری جگہ ہے:

اوجھڑی کی حلت اس لیے ہے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں، فقہا نے اشیائے حرام کو شمار کردیا ہے یہ (اوجھڑی) ان کے علاوہ ہے (ایضاً حوالہ بالا)

(۶)......فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

اوجھڑی کا کھانا حلال ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۷ و ص ۵۳۸)

(۷)......کفایت المفتی میں ہے:

اوجھڑی بلا کراہت حلال ہے (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۸۷)

(۸)......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا:

گائے یا بکرے کی بٹ (اوجھڑی) کھانا جائز ہے؟ اور اگر کھانا جائز ہے تو لوگ بولتے ہیں کہ اس کے کھانے سے چالیس دن تک دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

حلال جانور کی اوجھڑی حلال ہے، چالیس دن دعا قبول نہ ہونے کی بات غلط ہے (آپ کے

مسائل اوران کاحل جلد۴ صفحہ ۲۵۶)

حدیثِ رسول

كره رسول الله ﷺ من الشاة سبعاً المرارة ،والمثانة ، والغدة ،والحياء، والذكر ،والانثيين ، والدم،وكان رسول الله ﷺ يحب من الشاة مقدمها (كتاب الاثارلامام محمدص ۱۷۹ ،باب مايكره من الشاة والدم وغيره،كتاب الحظروالاباحة ،حديث نمبر ۸۱۱،مصنف عبدالرزاق ج۴،ص ۵۳۵،مراسيل ابی داؤد ص ۱۹ ،سنن كبرىٰ ،بيهقی ج ۱۰ ،ص۷)

عباراتِ فقه

……فی الهنديه:واما بيان مايحرم اكله من اجزاء الحيوان سبعة ، الدم المسفوح، والذكروالانثيان ، والقبل ،والغدة ،والمثانة ،والمرارة كذا فی البدائع(عالمگيری ج۵،ص ۲۹۰ الباب الثالث فی المتفرقات)(كذا فی رد المحتار ج۶ ص ۳۱۱ كتاب الذبائح آخير)

……(وفی الدرالمختار) كره تحريما وقيل تنزيهاً والاول اوجه من الشاة سبع الحياء ، والخصية ، والغدة، والمثانة والمرارة والدم المسفوح ،والذكر للاثر الوارد فی كراهة ذالک وجمعها بعضهم فی بيت واحد(وقبله بيت آخر ذكره فی المنح)

ويكره اجزاء من الشاة سبعة ، فخذها فقد اوصحتها لک بالعدد

فقل ذكر والانثيان مثانة كذاک دم ثم المرارة والغدد

وقال غيره :

اذا ماذكيت شاة فكلها سوا سبع ففيهن الوبال فحاء ثم خاء ثم غين ودال ثم ميمان وذال

……(وفی الشامية) (قوله كره تحريماً)لما روى الاوزاعی عن واصل بن ابی جميله عن مجاهد قال :كره رسول الله ﷺ من الشاةالذكر والانثيين ،والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم ،قال ابو حنيفه رحمه الله:الدم حرام واكره الستة وذالک لقوله عزوجل . حرمت عليكم الميتة والدم .الآية فلما تناوله النص قطع بتحريمه وكره ماسواه لانها مماتستخبثه الانفس وتكرهه وهٰذامعنٰی سبب الكراهية لقوله تعالٰی ويحرم عليهم الخبائث . زيلعی وقال فی البدائع آخر كتاب الذبائح : وما روى عن مجاهد فالمراد منه كراهة التحريم بدليل انه جمع بين الستة وبين الدم فی الكراهة والدم المسفوح محرم والمروى عن ابی حنيفةانه قال الدم حرام واكره الستة فاطلق الحرام علٰی الدم وسمى ما سواه مكروها لان الحرام المطلق ماثبت حرمته بدليل مقطوع به وهو المفسر من الكتاب الخ. (الیٰ ان قال)واما حرمة ماسواه من الستة فما ثبت بدليل مقطوع به بل بالاجتهاد او بظاهر الكتاب المحتمل للتاويل والحديث الخ(ردالمحتار ج ۶ ص ۷۴۹در مسائل شتی بعد كتاب الخنثیٰ) (وكذا فی البدائع ج۵ ص ۶۱)

……اذااكل كبداًاوكرشا لانهٗ لحم حقيقة فان نموه من الدم ويستعمل استعمال اللحم(العناية شرح الهداية جلد۵ ،باب اليمين فی الاكل والشرب ،كذافی نصب الرأية فی تخريج الهداية

جلد۴،باب الیمین فی الاکل والشرب و کذافی فتح القدیر جلد۵،باب الیمین فی الاکل والشرب)

......فی الدر: .والخبیث ماتستخبثه الطباع السلیمة (و فی الشامیة)قال فی معراج الدرایة اجمع العلماء علی ان المستخبات حرام بالنص وھو قوله تعالیٰ ویحرم علیھم الخبائث وما استطابه العرب حلال لقوله تعالیٰ ویحل لھم الطیبات وما استخبثه العرب فھو حرام بالنص،والذین یعتبر استطابتھم اھل الحجاز من اھل الامصار لان الکتاب نزل علیھم و خوطبوا به ، ولم یعتبر اھل البوادی لانھم للضرورة والمجاعة یأکلون مایجدون اوما وجد فی امصارالمسلمین مما لایعرفه اھل الحجاز والیٰ اقرب مایشبه فی الحجاز ،فان کانت ممایشبه شیئاًمنھافھو مباح لدخوله تحت قولهٖ تعالیٰ.قل لااجد . الآیة .ولقوله علیه السلام "ماسکت اللہ عنه فھو مماعفااللہعنه"ا ۵ (ردالمحتار ج۶ ص ۳۰۵کتاب الذبائح)

......فان القیودالمذکورة تفیدبمفھوماتھاالمخالفةالجواز عندعدمھا (فتح القدیر جلد۲،فصل فی رؤیة الھلال ،کتاب الصوم)

......والحاصل ان العمل الان علی اعتبار المفھوم فی غیر کلام الشارع (وبعداسطر)فان العلماء جرت عادتھم فی کتبھم علیٰ انھم یذکرون القیودوالشروط ونحوھا علی اخراج مالیس فیه ذالک القید الخ(شرح عقود رسم المفتی ص۴۳)

......تخصیص الشیئ بالذکرلایدل علیٰ نفی الحکم عماعداہ فی خطابات الشارع فامافی متفاھم الناس وعرفھم وفی المعاملات والعقلیات یدل (رسم المفتی ،مشموله رسائلِ ابنِ عابدین جلد ا صفحه ۴۱)

فقط واللہ اعلم،محمدرضوان۱۲/ ۷/ ۱۴۱۸ھجری

دارالافتاء جامعہ اسلامیہ صدرراولپنڈی

نظرِ ثانی واصلاح ۲۷/ ۶/ ۱۴۲۷ھجری،

ادارہ غفران،راولپنڈی

کیا آپ جانتے ھیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

چند اصولی وفقہی باتیں

(افادات حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ حکم

جب کرنسی نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچ جائیں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور چونکہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے ان نوٹوں پر قرض کی زکوٰۃ کے احکام بھی جاری نہیں ہونگے بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہونگے وجوبِ زکوٰۃ کے مسئلے میں مروجہ سکوں کا حکم سامانِ تجارت کی طرح ہے یعنی جس طرح سامان تجارت کی مالیت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچ جائے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے بعینہ یہی حکم مروجہ سکوں اور موجودہ کرنسی نوٹوں کا ہے (فقہی مقالات جلد۱ص۳۰)

کرنسی نوٹ فقیر کو دیتے ہی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی

جس طرح مروجہ سکے کسی غریب کو بطور زکوٰۃ کے دیئے جائیں تو جس وقت وہ فقیر ان سکوں کو اپنے قبضہ میں لیگا اسی وقت اس کی زکوٰۃ ادا ہوجائیگی بعینہ یہی حکم کرنسی نوٹوں کا ہے کہ فقیر کے ان پر قبضہ کرنے سے زکوٰۃ فی الفور ادا ہوجائیگی ان نوٹوں کو استعمال میں لانے پر زکوٰۃ کی ادائیگی موقوف نہ رہے گی (حوالہء بالا)

ایک ہی ملک کی کرنسی کے باہم تبادلے کے جائز ہونے کی شرط

ایک ملک کی کرنسی کے تبادلے میں تماثل (یعنی دونوں طرف سے کرنسی کے برابر مقدار میں ہونے) کے ساتھ ساتھ تقابض فی المجلس (یعنی دونوں فریقین کا مجلسِ معاملہ ہی میں دونوں طرف سے ملنے والی کرنسی پر قبضہ کر لینا) بھی ضروری ہے (ملاحظہ ہو ماہنامہ البلاغ شمارہ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ ص۴۱ وما بعد بعنوان کرنسی نوٹوں کے تبادلے میں ایک سابق فتوے سے رجوع)

تماثل وبرابری سے کیا مرد ہے؟

پھر یہ برابری کرنسی نوٹوں کی تعداد اور گنتی کے لحاظ سے نہیں دیکھی جائے گی بلکہ ان نوٹوں کی ظاہری قیمت کے اعتبار سے دیکھی جائیگی جو اس پر لکھی ہوتی ہے لہٰذا پچاس روپے کے ایک نوٹ کا تبالہ دس دس روپے کے پانچ نوٹوں کے ذریعہ کرنا جائز ہے اس تبادلے میں اگر چہ ایک طرف صرف ایک نوٹ ہے اور دوسری طرف پانچ نوٹ ہیں لیکن ظاہری قیمت کے لحاظ سے ان پانچ نوٹوں کے مجموعے کی قیمت پچاس روپے کے برابر ہے اس لئے کہ یہ نوٹ اگر چہ عددی ہیں لیکن ان نوٹوں کے آپس میں تبادلہ اور بیع کرنے سے بذاتِ خود وہ نوٹ یا ان کی تعداد مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کی وہ ظاہری قیمت مقصود ہوتی ہے جس کی وہ نوٹ نمائندگی کرتا ہے لہٰذا مساوات (برابری) اس قیمت میں ہونی چاہیئے (فقہی مقالات ج اص ۳۷)

مختلف ممالک کی کرنسیوں کے باہم تبادلہ کا شرعی حکم

ایک ملک کے مختلف سکے اور کرنسی نوٹ ایک ہی جنس ہیں اور مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں اس لئے کہ جیسا کہ ہم نے پیچھے عرض کیا تھا موجودہ دور میں سکے اور کرنسی نوٹوں سے ان کی ذات ان کا مادہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ آج کے دور میں کرنسی قوتِ خرید کے ایک مخصوص معیار سے عبارت ہے اور ہر ملک نے چونکہ الگ معیار مقرر کیا ہوا ہے مثلاً پاکستان میں روپیہ سعودی عرب میں ریال امریکہ میں ڈالر لہٰذا یہ معیار ملکوں کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے اس وجہ سے کہ ہر ملک کی کرنسی کی حیثیت کا تعین اس ملک کی قیمتوں کے اشاریہ اور اس کی درآمدات وبرآمدات وغیرہ کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کوئی ایسی مادی چیز موجود نہیں ہے جو ان مختلف معیارات کے درمیان کوئی پائدار تناسب قائم رکھے بلکے ہر ملک کے اقتصادی حالات کے تغیر واختلاف کی وجہ سے اس تناسب میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹے تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے لہٰذا ان مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان کوئی ایک پائدار تعلق نہیں پایا جاتا جو ان سب کو جنس واحد بنادے

(فقہی مقالات ج اص ۳۸)

اس کے برخلاف ایک ہی ملک کی کرنسی اور سکوں میں یہ بات نہیں اگر چہ مقدار کے لحاظ سے وہ بھی مختلف ہوتے ہیں لیکن اس اختلاف کا تناسب ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ مثلاً پاکستانی روپیہ اور پیسہ اگر چہ دونوں مختلف قیمت کے حامل ہیں لیکن دونوں کے درمیان جو ایک اور سو کی نسبت ہے (کہ ایک پیسہ ایک روپیہ کا سوواں حصہ ہوتا ہے) روپیہ کی قیمت بڑھنے اور گھٹنے سے اس نسبت میں کوئی فرق

واقع نہیں ہوتا بخلاف پاکستانی روپیہ اور سعودی ریال کے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت موجود نہیں جو ہر حال میں برقرار رہے بلکہ ان کے درمیان نسبت ہر وقت بدلتی رہتی ہے لہٰذا جب ان کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت جو جنس ایک کرنے کے لئے ضروری تھی نہیں پائی گئی تو تمام مما لک کی کرنسیاں آپس میں ایک دوسرے کے لئے مختلف الاجناس ہوگئیں یہی وجہ ہے کے ان کے نام ان کے پیمانے اور ان سے بھنائے جانے والی اکائیاں (ریزگاری وغیرہ) بھی مختلف ہوتی ہیں جب مختلف مما لک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہوگئیں تو ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بالاتفاق جائز ہے لہٰذا ایک ریال کا تبادلہ ایک روپے سے بھی کرنا جائز ہے پانچ روپے سے بھی (فقہی مقالات ج ا ص ۳۸ و ص ۳۹)

افراطِ زر کا مطلب اور مہنگائی کی ظاہری وجہ

موجودہ معاشی اصطلاح میں افراط زر اسے کہا جاتا ہے کہ کسی ملک میں جاری شدہ کرنسی اس ملک کی اشیاء اور خدمات کے مقابلے میں زیادہ ہو جائے جس کے نتیجے میں اشیاء اور خدمات کی قیمت بڑھ جانے سے ملک میں مہنگائی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ ملک میں جاری شدہ کرنسی اشیاء و خدمات کی طلب کی نمائندگی کرتی ہے اور ملک میں میسر اشیاء و خدمات رسد کی نمائندگی کرتی ہیں اور جب رسد کے مقابلے میں طلب زیادہ ہو جاتی ہے تو مہنگائی پیدا ہو جاتی ہے (فقہی مقالات ج ا ص ۵۰)

تفریطِ زر کا مطلب اور ارزانی کی ظاہری وجہ

اور تفریطِ زر کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں جاری شدہ کرنسی اشیاء اور خدمات کے مقابلے میں کم ہو جائے جس کے نتیجے میں اشیاء اور خدمات کی قیمت کم ہو کر ارزانی پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے کہ جب اشیاء طلب سے زیادہ ہو جاتی ہیں تو بھاؤ گر جاتا ہے اور قیمت کم ہو جاتی ہے (فقہی مقالات ج ا ص ۵۰)

افراطِ زر اور تفریطِ زر کی مثال

چنانچہ تفریطِ زر کے وقت ہم کرنسی کے ذریعہ اشیاء صرف کی بڑی مقدار خرید سکتے ہیں مثلاً اس وقت ہم سو روپے میں مندرجہ ذیل اشیاء خرید سکتے ہیں: گندم: ۲۰ کلو: نمک ۲۰ کلو: کپڑا ۱۰۱ میٹر لیکن افراط زر کے وقت ہم سو روپے میں مندرجہ بالا اشیاء اتنی مقدار میں نہیں خرید سکتے جتنی مقدار میں تفریطِ زر کے وقت خریدی تھیں بلکہ اس مقدار سے کم خرید سکیں گے مثلاً افراطِ زر کے وقت وہی اشیاء مندرجہ ذیل مقدار میں خرید سکیں گے، گندم ۱۰ اکلو نمک ۱۰ اکلو کپڑا ۵۱ میٹر (فقہی مقالات ج ا ص ۵۰)

عبرت کدہ

مولانا محمد امجد حسین

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (پندرہویں وآخریں قسط)

آگے سورۃ ذاریات میں قومِ ثمود کا تذکرہ ان آیات میں ہوا ہے:

''وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَھُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ(۴۳) فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّھِمْ فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ(۴۴) فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا کَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ(۴۵)''

ترجمہ: ''اور ثمود کے قصہ میں عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا (صالح علیہ السلام نے کہا) اور تھوڑے دن چین کرلو، پس (اس ڈرانے کے باوجود) انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی (مخالفت) کی سو ان کو عذاب نے آ پکڑا، اور وہ (اس عذاب کے آثار کو) دیکھ رہے تھے (یعنی یہ عذاب کھلے طور پر دن دھاڑے آیا) سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے بلکہ اوندھے منہ گر گئے (جیسا دوسری جگہ ذکر ہے ''جاثمین'') اور نہ (ہم سے) بدلہ لے سے''

آگے سورۃ النجم کی آیت ۵۰ و ۵۱ میں قومِ عاد کے ساتھ ان کا ذکر ہوا ہے:

''وَاَنَّہٗٓ اَھْلَکَ عَادَانِ الْاُوْلٰی(۵۰) وَثَمُوْدَاْ فَمَآ اَبْقٰی(۵۱)''

''ترجمہ: اور یہ کہ اس (اللہ) نے غارت کیا عاد پہلے کو اور ثمود کو پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا''

آگے سورہ قمر میں آیت ۲۳ سے ۳۱ تک ان کا ذکر ہے:

'' کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ(۲۳) فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُہٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ(۲۴) ءَ اُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْہِ مِنْ م بَیْنِنَا بَلْ ھُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ(۲۵) سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ(۲۶) اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَۃِ فِتْنَۃً لَّھُمْ فَارْتَقِبْھُمْ وَاصْطَبِرْ(۲۷) وَنَبِّئْھُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَۃٌ م بَیْنَھُمْ کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ(۲۸) فَنَادَوْا صَاحِبَھُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ(۲۹) فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ(۳۰) اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَکَانُوْا کَھَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ(۳۱)''

ترجمہ: ''جھٹلایا ثمود نے ڈرسنانے والوں کو، پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم میں کا (یعنی ہماری جنس بشر میں سے) اکیلا، ہم اس کے کہے پر چلیں گے تب تو ہم غلطی میں پڑے اور آگ میں

جھکے، کیا اتری اس پر نصیحت ہم سب میں سے، کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے (آگے پیغمبر کو تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بک بک کا جواب ہے) کل کو جان لیں گے (عنقریب) کون ہے جھوٹا، بڑائی مارنے والا، ہم بھیجتے ہیں اونٹنی ان کے جانچنے (آزمائش) کے واسطے، سو انتظار کر ان کا اور سہتا رہ (یعنی ان میں رہ کر ان کی حرکتوں کو دیکھتا بھالتا، برداشت کرتا رہ) اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) بانٹ دیا گیا ہے (تمہارے مویشیوں اور اونٹنی کی الگ الگ دن باری مقرر ہوگئی) ہر ایک باری والا اپنی باری پہ پہنچے، پھر پکارا انہوں نے اپنے رفیق کو (قدار نامی کو اونٹنی کو قتل کرنے کی غرض سے) پھر (اس قدار نے) ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا، پھر (دیکھو لوگو!) کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ (خوفناک آواز) پھر رہ گئے جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی''۔

آگے سورہ الحاقہ آیت ۴، ۵ میں ان کا ذکر ہے:

''کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌم بِالْقَارِعَةِ(۴) فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ''

''جھٹلایا ثمود و عاد نے اس کھڑکھڑانے والی (بات یعنی قیامت) کو، سو جو ثمود تھے سو وہ غارت کر دیئے گئے اچھال کر (سخت زلزلہ سے)''

آگے سورۃ الشّمس میں آیت ۱۱ تا ۱۵ میں اس قوم کا آخری تذکرہ ہے تیسویں پارے میں:

''كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ(۱۱) اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا(۱۲) فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا(۱۳) فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا(۱۴) وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا(۱۵)''

ترجمہ:''جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت (کفر و سرکشی) سے، جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں بڑا بدبخت، پھر کہا ان کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے کی باری سے پھر انہوں نے اس (نبی) کو جھٹلایا پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس (اونٹنی) کے پھر الٹ مارا ان پر ان کے رب نے ان کے گناہوں کی وجہ سے (یعنی ہلاکت والا عذاب نازل فرمایا) پھر برابر کر دیا سب کو (سب پر عام عذاب نازل ہوا ان کافروں میں سے کوئی اس عذاب سے نہ بچ سکا) اور اللہ نہیں ڈرتا پیچھا کرنے سے (برخلاف دنیا کے بادشاہوں کے کہ

وہ کسی قوم کو سزا دیں تو ان کو خدشہ رہتا ہے کہ ان کے خلاف بغاوت برپا نہ ہو جائے)''

عبرت سے بھرے ہوئے اس قرآنی قصے کا اختتام اور دعوتِ فکر

محترم قارئین! اب اس عبرت سے بھرے قرآنی قصے کا اختتام ہوتا ہے، اس موقعہ پر ہم تھوڑا سا مراقبہ کرلیں کہ قومِ ثمود بھی ہماری طرح انسان تھے، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد تھے، بشری جنس تھے، جسم اور روح سے مرکب تھے، ہماری طرح دل، دماغ، ہاتھ پاؤں سارے اعضا وجوارح رکھتے تھے، زندگی کے جو بنیادی تقاضے ہمارے ہیں وہی ان کے بھی تھے، نفس وشیطان کی شکل میں شر اور برائی کی دو بڑی طاقتیں جس طرح ان کے پیچھے لگی ہوئی تھیں اور آخر ان کو لے ڈوبیں وہ دونوں طاقتیں ہمارے پیچھے بھی لگی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی بھیج کر ہدایت اور سیدھی راہ دکھانے کے لئے جو انتظام ان کے حق میں کیا گیا تھا، حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور قرآن مجید کی زندہ جاوید تعلیمات اور حضور ﷺ کے حق پرست نائبین ربانی علماء ومشائخ کی شکل میں ہدایت اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کا یہ انتظام ان سے بدرجہا وسیع پیمانے پر ہمارے حق میں بھی ہوا ہے، پھر ان میں ایک محدود جماعت اللہ کے ہاں سرخرو اور کامیاب ہوئی اور دنیا کے عذاب سے بھی بچی تو نفس وشیطان اور کفریہ ماحول کے مقابلہ میں نبی کی بات اور تعلیمات پر لبیک کہنے کی وجہ سے اور باقی قوم ہلاک ہوئی تو نبی کی دعوت کو ٹھکرانے، اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں جو ان کو عطا ہوئی ان نعمتوں کی ناقدری کرنے اور نعمتوں میں مست ہو کر موت کو آخرت کو بھول جانے اور عیش وعشرت میں پڑ کر انسانی حدود کو پھلانگنے تکبر، ظلم وزیادتی، اور زمین میں فساد وبگاڑ کے مرتکب ہونے اور اللہ کے حکم کے مقابلے میں شیطان کی حکم برداری اور نبی کی اتباع کے مقابلے میں نفسانی خواہشات کی بجاآوری کرنے کی وجہ سے ہوئی، اس طرح ماضی کی ایک زبردست مگر بالآخر تباہی کا شکار ہونے والی اس قوم کی یہ قرآنی داستان اصلاح وبگاڑ دونوں مرحلوں میں ہمارے لئے ایک کھلی کتاب اور صاف وشفاف آئینہ ہے، تو کیا ہم اس آئینہ میں اپنے خدوخال دیکھنا پسند کریں گے۔ ع

شاید کے ترے دل میں اتر جائے مری بات

(ختم شد)

ماخذومراجع: قران مجید، روح المعانی، ابنِ کثیر، ابوسعود، احکام القرآن للجصاص، تفسیرِ طبری، بیان القرآن، معارف القرآن، معارف القرآن ادریسی، تفسیرِ ماجدی، بخاری شریف، فتح الباری، قصص القرآن، تاریخ ارض القرآن، لغات القرآن، الاختیار لتعلیل المختار، سیرت النبی جلد۳۔

طب و صحت

حکیم محمد فیضان

طبی معلومات و مشوروں کا مستقل سلسلہ

لیموں (LEMON)

لیموں ایک بہت مشہور پھل ہے اور ہمارے یہاں تقریباً سب گھروں میں عموماً کسی نہ کسی صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ فارسی اور عربی زبان میں اس کو لیمو، ہندی میں، نیبو، پنجابی زبان میں نمبو، اور سنسکرت میں نمبو کا کہتے ہیں جب کہ انگریزی زبان میں اس کا نام لیمن، ہے۔

مزاج

لیموں کا پانی دوسرے درجہ میں سرد اول درجہ میں خشک بقول بعض دوسرے درجہ میں سرد اور پہلے درجہ میں تر ہے۔ لیموں کے بیج اور چھلکا دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ لیموں کا پانی، لیموں کے بیج، لیموں کا چھلکا طب کی دواؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیموں کے بیج فرحت بخش ہیں اور ہیضہ کے مرض میں نفع دیتے ہیں۔ لیموں کا رس ٹھنڈک اور فرحت پہنچاتا ہے، صفراوی اور گرمی کی وجہ سے موسمی بخاروں میں اس کی سکنجبین بنا کر پلانا مفید ہے۔ جس سے بخار کی حرارت اور پیاس کم ہوجاتی ہے۔ اور دل کو فرحت و تازگی حاصل ہوتی ہے۔ لیموں کا رس دال اور ترکاریوں میں نچوڑ کر کھایا جاتا ہے جس سے معدہ کو تقویت ہوتی ہے۔ اور قوتِ ہاضمہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیموں کے چھلکے سے تیل نکالا جاتا ہے، جو کہ خوشبودار اور قیمتی ہوتا ہے یہ تیل کاسمیٹک اور پرفیوم، صابن، میں بطور خوشبو استعمال ہوتا ہے، اس کے علاوہ بطورِ دواء بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیموں کی 170 اقسام بتائی جاتی ہیں، ہندوستان، جزائر، غرب الہند، جنوبی یورپ کے علاوہ امریکہ اور میکسیکو لیموں کی اہم پیداوار والے ممالک سمجھے جاتے ہیں۔ گرمی اور برسات کے موسم میں کچی شکر یا چینی کا شربت بنا کر لیموں نچوڑ لیتے ہیں مشروبات میں لیموں کی سکنجبین بہت شوق سی پی جاتی ہے۔ یہ بہت مفید مشروب ہے۔ اور کئی کمپنیوں کے لیموں سے تیار شدہ مشروبات بھی بازار میں دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ لیموں کا اچار بھی بہت شوق سے کھایا جاتا ہے۔ یہ اچار معدے، جگر اور دل کو تقویت بخشتا ہے، غذا کو ہضم کرتا ہے منھ کی بو کو ختم کرتا ہے برسات کے موسم میں جب کہ موسمی بخاروں اور ہیضہ جیسے

وبائی امراض پھیلتے ہیں۔غذا کے ساتھ اس کا استعمال کرنا بہتر ہے۔لیموں کے بے شمار فائدے ہیں، اس کو پانی میں نچوڑ کر پینے سے پیاس کم لگتی ہے۔ بخار کے لئے بھی مفید ہے۔ بدہضمی اور پیٹ کی بیماریوں میں فائدہ دیتا ہے۔لیموں کے استعمال سے آنکھوں کی بینائی تیز ہوتی ہے۔لیموں خون کو صاف کرتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے۔اس کو دانتوں پر ملنے سے دانتوں کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ گلے کی خراش میں اس کے رس کے چند قطرے پانی میں ڈال کر غرغرہ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ہچکی، یرقان، اور خفقان (یعنی دل کی دھڑکن تیز ہونے کے مرض) میں مفید ہے۔ملیریا والے بخار میں لیموں کونین (Quinine) کی جگہ کام کرتا ہے۔ٹائیفائیڈ (Typhoid) بخار میں درجہ حرارت کم کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے۔ یہ دمہ (Asthma) کے مرض میں بلغم کو کم کرنے کے لئے مفید ہے۔اس سے غذا ہضم ہونے میں مدد ملتی ہے کیونکہ یہ تیزابیت کو ختم کرتا ہے۔ بدن کو Slim کرتا ہے، موٹاپا کم کرتا ہے۔

کھانسی کیلئے

ایک لیموں کا رس نکال کر اس میں لونگ کا سفوف ایک رتی شامل کر کے ایک چھٹانک پانی میں حل کر لیں اسکو آٹھ آٹھ گھنٹے کے وقفے سے استعمال کریں۔

متلی کے لئے

آدھے لیموں کا رس، پانی ایک چھٹانک، زیرہ ایک رتی، الائچی دانہ پسا ہوا ایک رتی ان سب کو خوب ملا کر رکھ لیں اور چھ چھ گھنٹے کے بعد استعمال کریں۔

زکام

(۱)......سخت زکام کے لئے دو لیموں کے رس میں کھولتا ہوا پانی ڈیڑھ پاؤ حسبِ ذائقہ شہد سے میٹھا کر کے رات کو سوتے وقت پینا زکام میں اکسیر کا درجہ رکھتا ہے (۲)......کھدر کے کپڑے کو پانی میں بھگو لیں پھر اس میں لیموں کو لپیٹ کر اوپر سے چکنی مٹی کا لیپ کر دیں اور گرم راکھ (بھوبل) میں دبا دیں تاکہ اس کا بھرُتہ سا ہو جائے گرما گرم اس کو نکال کر دبائیں اور اس کا پانی نکال کر حسب ذائقہ شہد سے میٹھا کر کے فوراً سب کا سب مریض کو پلائیں، زکام انشاءاللہ بھاگ جائیگا۔

پیٹ کے درد کے لئے

کھانے کا نمک تین اونس، اجوائن پسی ہوئی ایک گرین، زیرہ پسا ہوا دو گرین، کھانڈ تین گرین، آدھے

لیموں کا رس شامل کر کے مریض کو پلائیں۔

بخار

ہر قسم کے بخار میں پیاس کو رفع کرنے کے لئے پختہ لیموں کا رس مفید ہے، مقدار خوراک: چائے کے چار چمچے۔ چھ عدد پختہ لیموں لے کر چھلکا صاف کر کے آڑے رخ پر کاٹ کر باریک باریک قاشیں بنالیں، ان کو کسی چینی کے برتن میں ڈال کر کھولتا ہوا پانی تیس تولہ شامل کرلیں جب بالکل ٹھنڈا ہو جائے تو حسبِ ضرورت مصری یا کھانڈ ملا کر رکھ لیں جس قدر مریض کا دل چاہے پلائیں موسمی بخار اور گرمی کے بخاروں کے لئے خوشگوار چیز ثابت ہوتی ہے، اس سے پیاس گھبراہٹ اور دست آنے کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور بخار بھی دور ہو جاتا ہے۔ کچے لیموں کا رس استعمال نہیں کرنا چاہئے یہ بخار میں مضر ہے۔

دست اور پیچش کے لئے

جب پاخانہ بہت درد اور تکلیف سے آرہا ہو، پاخانہ کے ساتھ پیپ بھی آرہی ہو تو ایسے وقت میں لیموں کا رس استعمال کرانا بہت مفید ہے۔ بوقتِ ضرورت اسہال (موشن اور دست) کے مریض کو ایک لیموں کا رس آدھا پاؤ پانی میں ملا کر پلائیں، اور اسی طرح دن میں پانچ سے سات مرتبہ پلائیں دست خواہ کتنی ہی کثرت سے آرہے ہوں بند ہو جاتے ہیں۔

چکر آنا

گرم پانی میں ایک لیموں نچوڑ کر پلانے سے جگر کی گڑبڑ کی وجہ سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنا، سر چکرانا بند ہو جاتا ہے۔

بواسیر کے لئے

کاغذی لیموں کاٹ کر دو ٹکڑے کرلیں دونوں ٹکڑوں پر پسا ہوا کتھا ڈال لیں (جتنا ان میں جذب ہو جائے) پھر دونوں ٹکڑے طشتری میں رکھ کر رات کو باہر اوس میں رکھ دیں صبح دونوں ٹکڑے چوس لیں انشا اللہ پہلی خوراک سے ہی فائدہ محسوس ہوگا اور بھوک بھی خوب لگنے لگے گی۔

ہیضہ کے لئے

لیموں گرم کر کے چینی لگا کر چوسنا جی متلانے اور ہیضہ کے مرض میں فائدہ مند ہے۔ دو عدد کاغذی لیموں کا

رس نکال کر پیاز کا رس ہموزن شامل کر کے چینی ملا کر شربت تیار کر کے چینی کے برتن میں محفوظ کر لیں۔ بوقتِ ضرورت تھوڑا تھوڑا مریض کو چٹائیں۔

بیوٹی لوشن

لیموں کا رس تین دفعہ کپڑے سے چھنا ہوا دو تولہ، عرقِ گلاب سہ آتشہ دو تولہ، گلیسرین عمدہ دو تولہ، تینوں چیزوں کو ایک شیشی میں ڈال کر خوب ملا کر محفوظ کر لیں۔ چہرے کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے لوشن تیار ہے۔ چہرے کے داغ، کیل مہاسے، دور ہو جاتے ہیں، چہرے کی رنگت نکھر آتی ہے اور چہرے کی جلد ریشم کی مانند ملائم ہو جاتی ہے۔

مہاسے

ایک چھٹانک ابالے ہوئے نیم گرم اصلی دودھ کی بالائی میں ایک لیموں کا رس ملا کر رکھ دیں اور گاڑھا ہو جائے تو صبح کے وقت تیار کر کے رکھ چھوڑیں۔ سوتے وقت یہ کریم مہاسوں پر لگائیں۔ بعض موسموں میں گردن کی جلد کالی پڑ جاتی ہے اور بدنما سی لگنے لگتی ہے۔ ایک حصہ عرق گلاب اور گلیسرین۔ تین حصہ لیموں کا رس لے کر اچھی طرح ملا لیں، پھر اس لوشن کو روئی کے پھوئے سے گردن پر رات کو سوتے وقت لگائیں۔ گردن کی جلد کا رنگ نکھر جائے گا، استعمال شدہ لیموں کو چہرے پر اور ہاتھوں اور پاؤں پر ملنے سے بھی جلد نرم و چمکدار ہو جاتی ہے، میل کچیل بھی دور ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ کپڑوں پر سے گوند، تیل اور گریس کے دھبے دور کرنے کے لئے بھی اس کو کپڑا دھونے سے پہلے استعمال کرنا مفید سمجھا جاتا ہے۔ لیموں ٹھنڈے اور سرد مزاج والوں اور اعصاب کے لئے مضر سمجھا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اخبار ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب و روز

□...... جمعہ ۲۶/ جمادی الاولیٰ و ۳/ ۱۰/ ۱۷/ ۲۴ جمادی الاخریٰ کو تینوں مسجدوں (مسجد امیر معاویہ، مسجد بلال، مسجد نسیم) میں وعظ اور مسائل کی نشستیں ہوئیں، ۲۴ جمادی الاخریٰ کو حضرت مدیر دامت برکاتہم کی ناسازیِ طبع کی وجہ سے مسجد امیر معاویہ میں بندہ محمد امجد نے حضرت کے حسبِ حکم جمعہ پڑھایا اور مسجد نسیم میں محمد امجد کی جگہ مولوی ابرار حسین صاحب نے جمعہ کے فرائض سرانجام دیے۔

□...... جمعہ ۳/ ۱۷ جمادی الاولیٰ کو حسبِ سابق پندرہ روزہ فقہی مذاکرہ ہوا۔

□...... ہفتہ ۱۱/ جمادی الاخریٰ حضرت اقدس مدیر دامت برکاتہم ایک قانونی معاملے میں کچہری تشریف لے گئے۔

□...... ہفتہ ۲۷/ جمادی الاولیٰ حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے مولوی محمد دین اشرفی صاحب مرتب شریعت وطریقت کی پوتی صاحبہ کا کوہاٹی بازار میں بعد عشاء نکاح پڑھایا۔

□...... اتوار ۲۸/ جمادی الاولیٰ و ۵/ ۱۲/ ۱۹/ ۲۶ جمادی الاخریٰ بعد عصر کی ہفتہ وار مجلس ملفوظات حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی

□...... اتوار ۱۹/ جمادی الاخریٰ مفتی محمد یونس صاحب دو دن کی رخصت پر اپنے علاقے ایک گھریلو دینی معاملہ کے تصفیہ کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔

□...... بدھ یکم/ ۸/ ۱۵/ ۲۲/ ۲۹ جمادی الاخریٰ کو بعد ظہر حسبِ معمول طلبۂ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان ہوتا رہا۔

□...... بدھ ۱۵/ جمادی الاخریٰ کو حضرت مدیر دامت برکاتہم اور مفتی محمد یونس صاحب و مولوی محمد ناصر صاحب اور بندہ محمد امجد بڑے حضرت حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں بعد عصر مسجد کوہسار، اسلام آباد تشریف لے گئے

□...... جمعرات ۲۵/ جمادی الاولیٰ و ۲/ ۹/ ۱۶/ ۲۳ جمادی الاخریٰ بعد ظہر طلبۂ کرام کے لئے حسبِ معمول بزمِ ادب کا جلسہ منعقد ہوتا رہا، ۹/ جمادی الاخریٰ کو درجۂ ثالثہ کی ریاض الصالحین (حدیث شریف کی کتاب) کی تکمیل کے حوالے سے خصوصی تقریب تھی، حضرتِ اقدس مدیر دامت برکاتہم نے اس کتاب کی آخری حدیث کا درس دے کر دعاء کرائی تقریب کے اختتام پر ہلکی پھلکی ضیافت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

□...... جمعرات ۲۶/ جمادی الاولیٰ حضرت اقدس مدیر دامت برکاتہم ایک ضرورت سے اسلام آباد تشریف لے گئے۔

□...... جمعرات ۲ جمادی الاخریٰ حضرت اقدس دامت برکاتہم، ناظم ادارہ جناب بھائی فیضان صاحب اور بعض دیگر کارکنانِ ادارہ لہتر اڑ روڈ پر ایک موضع میں تشریف لے گئے تھے۔

□...... جمعرات ۲۵ جمادی الاولیٰ مولانا عبدالسلام صاحب، مولانا طارق محمود صاحب اور بندہ محمد امجد، مولانا طاہر محمود قریشی صاحب (استاد شعبہ کتب ادارہ ھذا) کے ہاں شام کوان کی دعوت پر گئے۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

مولوی ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

جمعرات 25 جمادی الاخری 1427ھ 22 جون 2006ء: آذر بائیجان: ایرانی ایٹمی پروگرام پر غیر مشروط مذاکرات کیے جائیں او آئی سی **23 جون:** پاکستان: آزاد کشمیر کا 19 ارب 93 کروڑ کا بجٹ پیش، ترقیاتی اخراجات میں 17 فیصد اضافہ **24 جون:** پاکستان سٹیل ملز کی نجکاری کالعدم سپریم کورٹ نے فیصلہ سنادیا **25 جون:** پاکستان: مندرہ پولیس نے گاڑیاں چھیننے اور ڈرائیور قتل کرنے والا گروہ سرغنہ سمیت گرفتار کرلیا **26 جون:** افغانستان کے بڑے علاقے پر اب بھی طالبان کا قبضہ ہے، ملا محمد عمر ملک چھوڑا ہے نہ فوج ختم ہوئی، میری اور ظاہر شاہ کی حکومتوں میں یہی فرق ہے **27 جون:** پاکستان: وفاقی محتسب کا عہدہ گزشتہ 5 ماہ سے خالی، 12 ہزار سے زائد کیس التواء کا شکار 25 جنوری سے وفاقی محتسب کی اہم ترین سیٹ خالی پڑی ہے، مگر صدرِ مملکت کی طرف سے کوئی تعیناتی نہیں کی گئی، سائلین مشکلات کا شکار **28 جون:** پاکستان: محکمہ ڈاک کی نجکاری کا فیصلہ 25 ہزار ملازمین فارغ کرنے کے لئے فہرستیں تیار، پہلے مرحلے میں پوسٹل لائف انشورنس بیچی جائے گی، بعد میں ڈاک خانے فروخت ہوں گے، پی ٹی وی کے سابق ایم ڈی ارشد خان کو سربراہ بنانے کا مقصد منصوبے پر عمل درآمد کرانا ہے **29 جون:** فلسطین: غزہ پر اسرائیل کا فضائی حملہ، بجلی گھر 3 پل تباہ پاکستان کا آپریشن پر اظہار افسوس امریکہ کی طرف سے حمایت **30 جون:** پاکستان: تین سالوں میں حج نظام مکمل پرائیویٹ کردیں گے، حدود آرڈیننس کو سازش کے تحت زیر بحث لایا گیا وفاقی سیکرٹری مذہبی امور پرائیویٹ حج ٹورز آپریٹرز میں کوٹہ تقسیم کرنے کے لئے کسی قسم کی رشوت نہیں چل رہی میرٹ پر فیصلے کیے جا رہے ہیں، مدارس میں تعلیمی نصاب کے لئے مذاکرات اگست میں ہوں گے، مدارس رجسٹریشن آرڈیننس کے ذریعے 11,311 مدارس رجسٹر ہو چکے ہیں اس سلسلے میں جو دیر ہو رہی ہے اس میں حکومتی اہلکاروں کی کوتاہی ہے رجسٹریشن کا عصری اور دینی علوم سے کوئی تعلق نہیں **یکم جولائی:** پاکستان بھارت کے درمیان بحالی اعتماد کے تحت 57 قیدیوں کا تبادلہ **2 جولائی:** پاکستان: قتل، ڈکیتی اور دہشتگردی کے علاوہ تمام قیدی خواتین کو رہا کرنے کا حکم **3 جولائی:** پاکستان: راولپنڈی اسلام آباد کے صحافیوں کے لئے ہاؤسنگ سکیم کا اعلان مری چوک فلائی اوور اور پولی ٹیکنیکل کالج کی تعمیر جلد شروع کردی جائے گی، وزیرِ اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی **4 جولائی:** پاکستان: تیمر گرہ سیکورٹی فورسز کی گاڑی میں دھماکہ 6 اہلکار جاں بحق، 3 زخمی **5 جولائی:** پاکستان: بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے نصاب میں شامل ایم اے اردو کی

کتاب ''محشر خیال'' میں اسلامی عقائد کی تضحیک ✍ **6 جولائی**: پاکستان: ڈیرہ بگٹی میں سیکورٹی فورسز کا آپریشن 25 شرپسند ہلاک، فراری کیمپ تباہ ✍ **7 جولائی**: پاکستان: ہرقسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں، حدود آرڈیننس میں ترمیم کی گئی تو خطرناک نتائج نکلیں گے، علماء ومشائخ کنونشن کا اعلان ✍ **8 جولائی**: پاکستان: حدود مقدمات سمیت خواتین کے خلاف تمام کیسز قابل ضمانت ہونگے، آرڈیننس جاری، صدر مشرف نے خواتین ارکان اسمبلی کے اعلیٰ سطحی اجلاس میں حقوق وتحفظ نسواں کے ترمیمی آرڈیننس پر دستخط کئے ملک بھر جیلوں سے 1300 خواتین رہا ✍ **9 جولائی**: پاکستان: چینی کی ذخیرہ اندوزی میں ملوث 24 شوگرملوں کے خلاف کارروائی کا حکم ✍ **10 جولائی**: بھارتی بیلسٹک میزائل ''اگنی تھری'' کا تجربہ ناکام ہدف تک پہنچنے سے قبل سمندر میں گرکر تباہ ★ فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستار رحمہ اللہ کو سپرد خاک کردیا گیا نماز جنازہ میں لاکھوں افراد کی شرکت، جنازہ سے قبل جامعہ خیر المدارس کے اردگرد بازار اور دکانیں بند کردی گئیں، قافلے صبح سے ہی جامعہ پہنچنا شروع ہوگئے گلیوں اور سڑکوں پر کھڑے ہوکر لوگوں نے نماز جنازہ پڑھا، ملک بھر سے جید علماء کرام اور پورے جنوبی پنجاب سے قافلے کی صورت میں نماز جنازہ میں شرکت کی، منظور آباد قبرستان میں آہوں سسکیوں کیساتھ سپرد خاک کردیا گیا ✍ **11 جولائی**: پاکستان: ملتان، پی آئی اے کا فوکر تیارہ گرکر تباہ 45 جاں بحق، حادثے میں کوئی زندہ نہ بچ سکا، مسافروں میں پاک فوج کے دو بریگیڈیئرز لاہور ہائیکورٹ ملتان بنچ کے دو ججز بھی شامل تھے، ایف 27 فوکر طیارہ ملتان ایئرپورٹ سے پرواز کے فوراً بعد سورج میانی کے کھیتوں میں گرکر دھماکے سے تباہ ہوگیا، مسافروں کی نعشیں مسخ ہونے کے باعث متعدد کی شناخت نہ ہوسکی، بدقسمت طیارے میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور مسلم لیگ کے اسیر رہنما مخدوم جاوید ہاشمی کی بھانجی اور انکے شوہر بھی سوار تھے کھیت میں کام کرنے والی ایک مقامی لڑکی بھی جاں بحق ★ بھارت کا سب سے بڑا مصنوعی سیارہ خلا میں پہنچنے سے پہلے پھٹ کر تباہ، جی ایس ایل وی راکٹ 2 ہزار 168 کلوگرام وزنی مصنوعی سیارے کو لے کر لانچنگ پیڈ سے بلند ہوا لیکن 15 سیکنڈ بعد شعلوں کی لپیٹ میں آکر پھٹ گیا ✍ **12 جولائی**: بھارت، ٹرینوں اور سٹیشنوں پر 7 بم دھماکے، 174 ہلاک سینکڑوں افراد زخمی ممبئی میں دھماکوں کے بعد ٹیلی فون اور ٹرین سروس معطل، ملک میں ہائی الرٹ، پاکستان، امریکہ برطانیہ، روس اور یورپی یونین کی طرف سے مذمت، تمام دھماکے ویسٹرن لائن میں 30 منٹ کے اندر اندر ہوئے، نشانہ لوکل ٹرینوں کی فرسٹ کلاس بوگیاں تھیں، شدید بارش کی وجہ سے امدادی کارروائیوں میں مشکلات کا سامنا، دھماکوں کے باعث ہرطرف خوف کے سائے ★ آزاد کشمیر انتخابات 2006ء مسلم کانفرنس جیت گئی بیرسٹر سلطان، سردار عتیق کامیاب، عبدالرشید ترابی، اعجاز افضل، خالد ابراہیم انوار الباری ہار گئے، 41 حلقوں میں انتخابات مکمل ہوگئے، دھاندلی کی اطلاع پر ایل اے 33 جموں 4 نارووال کے انتخابات منسوخ امن وامان قائم رکھنے کے لئے فوج پیرا ملٹری فورسز اور پولیس کے دستے تعینات کئے گئے

تھے، سردار قمر الزمان ثناء اللہ قادری غلام محی الدین دیوان، شاہ غلام قادر راجہ نثار نعیم خان کامیاب ہوگئے مطلوب انقلابی، دیوان علی ہار گئے، ٹرن 48 فیصد رہا۔ **13 جولائی**: پاکستان: وفاقی کابینہ کا اجلاس فوکر طیاروں کی کمرشل پروازیں بند، سی ایس ایس میں خواتین کا کوٹہ 10 فیصد مقرر **14 جولائی**: پاکستان: ملک بھر میں طوفانی بارش چھتیں گرنے اور حادثات میں 26 افراد جاں بحق راولپنڈی میں نشیبی علاقے زیر آب آ گئے، فضائیہ کالونی میں دیوار گرنے سے ایک ہی خاندان کے 5 افراد جبکہ کھنہ ڈاک میں 14 سالہ لڑکا ڈوب کر جاں بحق ڈومیلی میں ڈیم ٹوٹنے سے ایک خاتون 2 بچے جاں بحق متعدد دیہات ڈوب گئے **15 جولائی**: پاکستان: کراچی میں دہشت گردی، شیعہ رہنما حسن ترابی سمیت 5 جاں بحق شہر میں ہنگامے پھوٹ پڑے سیکورٹی سخت علامہ حسن ترابی بنوری ٹاؤن مسجد سے مظاہرین سے خطاب کر کے واپس آ رہے تھے ان پر خودکش حملہ کیا گیا، حملہ آور بھی ہلاک ہوا دہشتگردی کی واردات کے بعد شہر میں پر تشدد مظاہرے پھوٹ پڑے کشیدگی روکنے کے لئے سیکورٹی انتظامات کو مزید سخت کر دیا گیا، **16 جولائی**: لبنان پر اسرائیلی حملے جاری مزید 33 شہید، حزب اللہ کے میزائل حملے میں اسرائیلی بحری جنگی جہاز کو نقصان چار اہلکار ہلاک **17 جولائی**: لبنان پر اسرائیل کے کیمیائی بموں سے حملے 45 شہید حزب اللہ کی جوابی کاروائی 9 اسرائیلی ہلاک **18 جولائی**: لبنان: اسرائیلی درندگی جاری متعدد شہری شہید و زخمی **19 جولائی**: لبنان: اسرائیلی حملوں میں 11 فوجیوں سمیت 29 لبنانی شہری شہید مزاحمتی تنظیموں کا بھرپور جوابی کاروائی کا اعلان **20 جولائی**: لبنان: بمباری جاری مزید لبنانی و فلسطینی شہری اسرائیلی دہشتگردی کا شکار **21 جولائی**: لبنان میں شدید جنگ متعدد یہودی فوجی ہلاک F-16 تباہ اسرائیلی آپریشن کو دنیا کی حمایت حاصل ہے، امریکہ، **22 جولائی**: پاکستان: حویلیاں سے چین تک پٹڑی بچھانے کا منصوبہ جرمن کمپنی کو دے دیا، شیخ رشید **23 جولائی**: لبنان: یہودی فوجی لبنان میں داخل امریکہ نے بموں کی کھیپ اسرائیل پہنچا دی گھمسان کی جنگ 20 اسرائیلی فوجی ہلاک **24 جولائی**: پاکستان: پنجاب پولیس کا کریک ڈاؤن کالعدم تنظیموں کے 552 ارکان گرفتار، صدر کی ہدایت کی روشنی میں انتہا پسندوں کے خلاف بھرپور کارروائی جاری ہے، فرقہ واریت اور مذہبی منافرت کا باعث بننے والا لٹریچر ضبط کر رہے ہیں، لاؤڈ سپیکر کا غلط استعمال روکا جائے گا **25 جولائی**: پاکستان: بارش سے تباہی نالے بھر گئے، 21 جاں بحق راولپنڈی میں ایمرجنسی نافذ نالہ لئی میں پانی خطرے کے نشان کو عبور کر گیا، لیول 21 فٹ تک بلند ہونے کے بعد سائرن بج اٹھے فوج نے کنٹرول سنبھال لیا کشتیوں کے ذریعے لوگوں کو محفوظ مقامات تک پہنچایا گیا بعض علاقوں میں گھروں کی پہلی منزل پانی میں ڈوب گئی، اکثر مقامات پر 4 سے 6 فٹ پانی گھروں میں داخل، راولپنڈی میں پانچ افراد سیلابی ریلوں کی نذر، کروڑوں روپے کا مالی نقصان۔

By Mufti Muhammad Rizwan - Translated by Abrar Hussain Satti

Exchanging of Gold & Silver with currency in installments

Question: Is it lawful in Sharia to buy or sell gold or silver with currency in installments?

Answer: It is lawful in Sharia to sell or buy gold or silver against currency on credit. As discussed previously, installment is also a form of credit because instead of paying the full amount, payment is made bit by bit. So it would be lawful in Sharia with the following conditions though the price will be more as compared to that of the cash payment.

1. The price should be fixed at the time of deal without any flexibility or ambiguity.
2. Number of installments, their amount and the period of payment must be fixed.
3. If the purchaser is unable to pay any installment, fiscal penalty or extra payment should NOT be levied.

If any of the above mentioned conditions is ignored, the deal will not be lawful in Sharia.

Some people make deals in installments in such a way that, for example; if the buyer is supposed to pay the full amount in five months then the payment is lesser but if he pays it in

more than five months then he has to pay some extra money. This is not lawful in Sharia.

In some deals a time period is fixed for installments and no penalty is imposed on buyer if he pays late but if he pays before that period then the price will be less from the fixed price. This is also not a lawful deal in Sharia.

Q: Is it lawful in Sharia to give or take gold or silver on credit (without deal)?

A: Some time gold or silver is given or taken on credit without the intention of any business deal (because of some necessity). So it is not a deal but to consider it as a deal is wrong. So it is lawful in Sharia to give or take gold or silver on credit but it is essential that return will be with same gold or silver & no conditions are made for being good or bad or less or more.